عمران سیریز
akistanipoint
Waqar
Azeem
مظہر کلیم ایم اے
ولیٹ سمگلر

سابولیٹ آگر

مظہر کلیم ایم اے

جمال پبلشرز بوھڑ گیٹ
ملتان

احمق اعظم عمران اور اس کی ٹیم کا ناقابل فراموش کارنامہ

سابولیٹ آگر

مصنف ——— مظہر کلیم ایم اے

نگران ——— ایم اے ساجد

قیمت ——— نو روپے

جمال پبلشرز ——— بوہڑ گیٹ ملتان ۲

بلقیس ہاشمی کے سدابہار ناول

عابدہ

جس نے نفرت کے طوفان میں گھر کر بھی محبت کا دیپ جلائے رکھا۔

سفید کاغذ — خوبصورت سرورق — قیمت ۳۰/- روپے

حوریہ

سرزمین پنجاب کا ایک سچا واقعہ، گولیوں کی بوچھاڑ میں پرورش پانے والی اس لڑکی داستان جو ایک ڈاکو کو دل دے بیٹھی۔

سفید کاغذ — خوبصورت سرورق — قیمت ۴۲/- روپے

نوستہ

جسے قارئین نے ایک لاجواب اور شاہکار ناول قرار دیا۔

سفید کاغذ — اعلٰے طباعت — قیمت ۳۳ روپے

عوریہ

آج کل کے فیشن ایبل گھرانوں کی کہانی جسے ہدایت کار جمشید نقوی نے سلیکٹ کیا۔

سفید کاغذ — خوبصورت سرورق — قیمت ۳۲/- روپے

وفا کی خوشبو

کہتے ہیں خوشبو گل کی بے چینی کا نام ہے: وفا کی خوشبو، ہمارے ادارے کا وہ عطر بیز ناول ہے جس کی مہک آپ کے خیالوں میں مدتوں بسی رہے گی

خوبصورت سرورق — اعلیٰ کاغذ — قیمت ۳۶/-

نشوریہ

خواتین کے لئے ایک عظیم تحفہ! ایک ایسا ناول جس میں سوز بھی، جس میں محبت بھی ہے اور نفرت بھی

اعلیٰ کاغذ — خوبصورت سرورق — قیمت ۲/-

جمال پبلشرز بوہڑ گیٹ ملتان

عمران سیریز کے ہنگامہ خیز جاسوسی ناول

ناول	قیمت	ناول	قیمت	ناول	قیمت
بلیک پوائنٹ (عمران سیریز)	۷/۵۰	ڈیڈ لینڈ I (عمران سیریز)	۹/-	ریٹائرنگ روم (عمران سیریز)	[illegible]
فلائیٹ زیرو	۷/۵۰	// // II	۹/-	میجر ڈریک	۱۰/۵۰
موت کی وادی	۷/۵۰	خوفناک تصادم	۱۰/۵۰	ڈاکٹر زلزلہ I	۷/۵۰
مقدس راز	۱۰/۵۰	ٹرنٹولا I	۹/-	// // II	۷/۵۰
موت کا تعاقب	۹/-	// II	۹/-	شوگی پاپا I	۹/-
کیپٹن برناڈ	۹/-	اپریشن ٹوالیٹ I	۹/-	// // II	۹/-
پراسرار فارمولا	۹/-	عمران اور موت II	۹/-	ماکا زونکا I	۹/-
انوکھا پلان	۹/-	گراس وزر I	۱۰/۵۰	// // II	۹/-
مسٹر رم	۷/۵۰	شیطان کے چیلے	۱۰/۵۰	سابولیٹ آگر I	۷/۵۰
سپرمین I	۷/۵۰	عمران اور دیوتا I	۱۰/۵۰	// // II	۷/۵۰
آخری معرکہ	۷/۵۰	دیوتا کی موت II	۱۰/۵۰	کرالنگ ڈیتھ	۱۵/-
ڈیتھ فیلو I	۹/-	شیڈو آف ڈیتھ	۱۲/۵۰	الجیٹو کا راز	۱۵/-
ٹرپل مین II	۹/-	تصوراتی موت	۱۲/۵۰	کینی بلز	۱۵/-
...آف کنگز	۱۰/۵۰	زہریلا عمران I	۹/-	پی اور ایکسی I	۱۵/-
...بزنس	۱۰/۵۰	// // II	۹/-	// // II	۱۵/-
...ن کی جنت	۹/-	موت کا میدان	۱۲/-	چکر در چکر	۹/-
...ن عفریت	۹/-	آزادی کا فریب	۱۲/-	تنظیم کی موت	۷/۵۰

جمال پبلشرز — بوہڑ گیٹ ملتان ۲

سردیوں کے دن تھے اور دوپہر
کا وقت. اس وقت دارلحکومت کا
یمن بازار خریداروں کے ہجوم سے
بھرا ہوا تھا ہزاروں آدمی شاپنگ
کرتے پھر رہے تھے خریداری اپنے
عروج پر تھی. ویسے تو روزانہ ہی اس
بازار میں بھیڑ رہتی تھی لیکن آج تو بھیڑ
مکمل عردج پر تھی. لوگ دھڑا دھڑ چیزیں
خرید رہے تھے اس کی ایک خاص وجہ
یہ تھی کہ اگلے دن ملک کا سب سے بڑا

لافانی شاہکار

عمران سیریز

ماکاڈونگا

مصنف

مظہر کلیم ایم اے

تہوار تھا لوگ دکانوں پر ٹوٹے پڑ رہے تھے اور دکان داروں کی چاندی ہو رہی تھی۔ اچانک فضا میں مشین گنوں کی مخصوص آواز ریٹ ریٹ گونجی اور دوسرے ہی لمحے بے شمار دلدوز چیخیں فضا میں لہرائیں اور کئی مرد اور عورتیں سڑک پر تڑپتی نظر آنے لگیں۔ ریٹ ریٹ کی آواز آتی رہی اور چیخوں کی تعداد لمحہ بہ لمحہ بڑھتی چلی گئی۔ سارے بازار میں افراتفری مچ گئی۔ لوگ پناہ کے لئے اِدھر اُدھر دوڑنے لگے کئی آدمی اور بے شمار بچے اس بھاگ دوڑ میں لوگوں کے نیچے آ کر کچلے گئے فائرنگ کرنے والا پورا گروہ تھا۔ جو بازار کے مختلف کونوں میں کھڑا مشین گنوں کی گولیوں سے لوگوں کو بھون رہا تھا۔ یہ سارے کے سارے نوجوان تھے لوگ دکانوں میں گھسنے لگے لیکن پھر چند مشین گنوں کے دہانے دکانوں کی طرف مڑ گئے۔ اور پھر مختلف دکانوں میں لاشوں کے ڈھیر نظر آنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے بازار لاشوں سے پٹ گیا جس میں اب بھی سینکڑوں آدمی پڑے تڑپتے نظر آ رہے تھے۔ بازار بالکل خالی ہو گیا تھا۔ لوگوں نے بھاگ کر گلیوں میں پناہ لی دکانیں دھڑا دھڑ بند ہونے لگیں یہ خطرناک قاتلوں کا ٹولہ پندرہ کی تعداد میں تھا جیسے ہی بازار خالی ہوا وہ بھی سب پاس کھڑی چار کاروں میں پھرتی سے بیٹھ گئے اور پھر ہوا کی سی تیزی سے کاریں سڑک پر بھاگنے لگیں ابھی تک پولیس کی گاڑیاں

نہیں پہنچیں تھیں بشاید ان قاتلوں کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ پوری گارد لے کر آنا چاہتے تھے بہر حال قاتلوں کے جانے کے تین منٹ بعد پولیس کی ویگنیں سائرن بجاتی ہوئی وہاں پہنچیں اور پھر بازار کا نظارہ دیکھ کر وہ بت کے بت بنے کھڑے رہے ہر طرف لاشیں ہی لاشیں پڑی ہوئی تھیں بہت سے لوگ ابھی تک تڑپ رہے تھے اِن میں بوڑھے اور جوان آدمی بھی تھے خوبصورت عورتیں بھی اور معصوم بچے بھی۔ چند ہی لمحوں بعد بہت سی ایمبولنس کاریں بھی وہاں پہنچ گئیں اور پھر زخمی لوگوں کو ان میں سوار کر کے ہسپتال پہنچانے لگیں شہر کا کمشنر ڈپٹی کمشنر پولیس کا آئی جی۔ ڈی۔ آئی۔ جی اور ایس پی بھی وہاں پہنچ گئے ہر طرف حشر کا سماں تھا جدھر نظر جاتی تھی خون ہی خون لاشیں ہی لاشیں نظر آتی تھیں۔ پولیس نے بازار کے گرد گھیرا ڈال لیا پولیس کو موجود دیکھ کر اب سہمے ہوئے اور خوف زدہ لوگ مختلف گھروں اور گلیوں سے نکل کر جائے وقوع کے ارد گرد اکٹھا ہونا شروع ہو گئے ہر شخص کا چہرہ موت کے خوف سے زرد تھا بہت سی کمزور طبیعت مرد اور عورتیں اتنی لاشیں اور اتنی مقدار میں خون دیکھ کر ہوش کھو گئیں۔

تھوڑی دیر بعد ایک چھوٹی سی کار وہاں آ کر رکی اور سپرنٹنڈنٹ فیاض

اپنی پوری وردی جسم پر سجائے اُس سے اترا اس کی گردن حسبِ معمول
اکڑی ہوئی تھی۔ لیکن موقع پر بڑے بڑے آفیسران کو دیکھ کر اس کی
اکڑی ہوئی گردن جھک گئی۔ اور جب اس نے لاشوں کے انبار اور
زخمیوں کی چیخ و پکار سنی تو اس کا دل لرز اٹھا وہ قاتلوں کی
سنگدلی دیکھ کر حیران رہ گیا جنہوں نے بغیر کسی مقصد کے سینکڑوں
بے گناہوں کو خاک و خون میں تڑپا دیا سپرنٹنڈنٹ فیاض تیز تیز قدم
بڑھاتا ہوا آگے آیا تو اس کی نظر سر رحمان پر پڑی جو شاید ڈی آئی جی
کے ساتھ آئے تھے وہ ایک لمحے کے لئے جھجکا لیکن سر رحمان اسے
دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے اسے بلایا۔ فیاض فوراً ان کے قریب پہنچ گیا۔

"دیکھ رہے ہو حالت"

سر رحمان کا لہجہ انتہائی تلخ تھا شاید ماحول کا اثر تھا۔

یس سر، فیاض نے ہلکے سے کہا۔ سر رحمان کے لہجے سے اُسے
یوں محسوس ہوا جیسے یہ سب کیا دھرا اسی کا ہو۔

"کیا یس سر، یہ کیس تمہیں نپٹانا ہوگا یہ لوگ پولیس کے بس کے
معلوم نہیں ہوتے میں جلد از جلد مجرموں کی گرفتاری چاہتا ہوں۔

"بہت بہتر سر" فیاض نے دوبارہ دبے دبے لہجے میں کہا۔

"اگر مجرموں کو تم نے جلدی پکڑ لیا تو تمہیں ترقی مل جائے گی

اب سر رحمان کے لہجے میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا تھا۔

اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کا ذہن ترقی کا لفظ سنتے ہی ہواؤں میں
اڑنے لگا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ انٹیلی جنس کا چیف بن بیٹھا ہو۔
اور مجرم ہاتھ باندھے اور سر جھکائے اس کے سامنے کھڑے ہوں۔

لیکن اگر تم انہیں جلد از جلد گرفتار نہ کر سکے تو اپنے آپ کو معطل سمجھو۔
سر رحمان نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اور یہ
فقرہ سنتے ہی فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ ہواؤں میں اڑتا اڑتا یکدم
زمین پر آگرا ہو۔ اس کے سارے خیالی محل ریت کی دیواروں کی طرح گر
پڑے اور اس نے ہلکے سے سر ہلا دیا۔

میں تمہیں مجرموں کو گرفتار کرنے کے لئے ایک ہفتہ دیتا ہوں ایک ہفتے
بعد مجرم ہر صورت میں گرفتار ہو جانے چاہئیں سر رحمان نے تحکمانہ لہجے
میں کہا۔ اور سپرنٹنڈنٹ فیاض ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا ایک طرف چلا گیا۔
اسے اب سر رحمان پر بے انتہا غصہ آ گیا وہ سوچنے لگا کہ میرے پاس
کوئی الہ دین کا چراغ ہے جو ادھر میں چراغ کو رگڑوں گا ادھر مجرم حاضر
ہو جائیں گے اتنے سنگدل قاتل اور ایک ہفتہ اتنے میں وہ اس جگہ
پہنچ گیا جہاں اسے بتایا گیا تھا کہ مجرموں کی کاریں کھڑی تھیں وہاں سے
[illegible] یہ کاروں کے ٹائروں کے نشانات کے پائے جانے کا امکان تھا۔

لیکن اسے مایوسی ہوئی. کیوں کہ افراتفری میں نشانات ختم ہو چکے تھے. اور اب وہ مکمل اندھیرے میں تھا۔ پولیس کے چند آدمی جلے ہوئے کارتوس اکٹھے کر کے اس کے پاس لائے اس نے ان کارتوسوں کو شناخت کے لئے ماہرین کے پاس بھیجنے کا حکم دیا اب بازار سے لاشیں اور زخمی اٹھائے جا چکے تھے. وہ سوچنے لگا کہ عمران کی خوشامد کرے ورنہ ایک ہفتہ چھوڑ ایک سال میں بھی مجرم گرفتار نہیں ہو سکتے. نجانے عمران کیسے ان کا سراغ لگا لیتا ہے. عمران کے پاس وہ جانا نہیں چاہتا تھا. کیونکہ پچھلے دنوں وہ عمران سے ایک چھوٹے سے معاملے پر لڑائی کر چکا تھا لیکن اب مجبوری تھی کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ اگر ایک ہفتہ ویسے ہی گذر گیا تو سر رحمان اپنی دھمکی پر یقیناً عمل کر دیں گے اور پھر وہ کہیں کا نہیں رہ جائے گا بازار کے خالی ہوتے ہی آفیسران بھی ایک ایک کر کے کاروں میں رخصت ہو گئے. اب فیاض بھی اپنے عملے کو ہدایات دے کر عمران کی طرف جانے کی سوچنے لگا۔

عمران آج صبح سے آوارہ گردی کے موڈ میں تھا. اس کے جسم پر لباس بھی کچھ کم مضحکہ خیز نہ تھا. سفید رنگ کی شلوار اور دھاری دار سستی سی قمیض، اس پر ایک پرانا سا کوٹ پیروں میں چپل شلوار میں وہ عجیب لگ رہا تھا. آج صبح سے وہ پیدل سڑکوں پر مارا مارا پھر رہا تھا۔ چہرہ حماقتوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا کوئی خاص کام نہ تھا بس موڈ تھا اور عمران کا موڈ اللہ پناہ دے

اگر موڈ آجائے تو اندھے کنوئیں میں بھی چھلانگ لگانے سے نہ ٹلے یہ تو صرف آوارہ گردی تھی چلتے چلتے اسے کھانے کا خیال آیا اور وہ شہر کے بہت بڑے ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اس ہوٹل میں داخلے کے لئے انگریزی لباس پہننا ضروری تھا لیکن وہ تو عمران تھا اسے ان پابندیوں سے کیا واسطہ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ہوٹل کے مین گیٹ کے قریب پہنچ گیا گیٹ پر ایک باوردی چوکیدار گردن اکڑائے کھڑا تھا اور عمران کو دیکھ کر اس کی گردن اور اکڑ گئی جیسے وہ کسی ملک کا شہنشاہ ہو ایسے لوگ کسی غریب آدمی پر نظر پڑتے ہی یونہی اکڑ جایا کرتے ہیں لیکن عمران لاپرواہی سے چلتا ہوا اندر جانے لگا۔

اے کہاں جاتا ہے۔ دربان نے اسے اندر جانے سے روکتے ہوئے کہا۔

اندر جاتا ہے۔ تمہیں نظر نہیں آتا ہے۔ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

تم اندر نہیں جا سکتے۔ دربان نے مخصوص اکڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

کیوں کیا اندر صرف عورتیں ہی جا سکتی ہیں۔

اے نہیں اندر صرف صاحب لوگ جا سکتا ہے تم جیسا چھوٹا لوگ اندر نہیں جا سکتا۔

بھائی مجھے بھوک لگی ہے اور یہ ہوٹل ہے میں تو اندر جاؤں گا عمران نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

بھوک لگی ہے تو کسی بھٹیار خانے کا رخ کرو جہاں چار آنے کی چنے کی دال اور دو آنے کی روٹی مل جائے گی۔ یہاں تو سو ڈیڑھ سو سے کم کا کھانا نہیں ملے گا دربان نے اسے شاید پردیسی سمجھتے ہوئے سمجھایا۔

میرے پاس ڈیڑھ سو ہیں تو یہیں کھانا کھاؤں گا۔

عمران نے دربان کو ایک طرف کرتے ہوئے کہا۔

ہرگز نہیں تم نے انگریزی لباس نہیں پہنا ہوا۔ دربان نے دوسرا پوائنٹ پیش کیا۔

میں نے قومی لباس پہنا ہوا ہے۔ اس نے پھر ایک بار اندر جانے کی کوشش کی۔ لیکن دربان نے اسے دھکا دے دیا۔

ہٹو راستے سے بھاگ جاؤ ورنہ کھال اڑا دوں گا۔

ہوٹل میں آنے جانے والے اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے گزر رہے تھے جیسے وہ کسی اور دنیا کی مخلوق ہو۔

اچھا تمہاری مرضی۔ عمران نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

جاؤ بابا جاؤ کہیں اور کا رخ کرو یہاں تمہیں کوئی نہیں گھسنے دے گا۔

عمران کو ڈھیلا پڑتے دیکھ کر دربان کو بھی رحم آ گیا۔

اتنے میں ایک لمبی سی کار ہوٹل کے گیٹ پر آ رکی۔ اور دربان بھاگ کر اس کار کی طرف بڑھا عمران نے موقع غنیمت جانا اور چپکے سے

دروازہ کھول کر اندر گھس گیا۔ وہ جیسے ہی اندر گھسا لوگ چونک چونک کر اسے دیکھنے لگے جیسے وہ دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہو۔ ایک بیرہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"تم اندر کیوں آگئے ہو باہر نکلو" بیرہ نے اس کا بازو پکڑ کر باہر کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

لیکن عمران اس سے بازو چھڑا کر آگے چل پڑا وہ یوں حیرت سے اِدھر اُدھر نظریں دوڑا رہا تھا جیسے ایسے ہوٹل میں پہلی بار آیا ہو بیرہ اس کی طرف بھاگا۔ جب عمران نے اسے اپنی طرف آتے دیکھا تو وہ بھی بھاگ پڑا۔ اب آگے آگے عمران تھا اور پیچھے پیچھے بیرہ لوگوں نے بڑی دلچسپی سے یہ تماشا دیکھنا شروع کر دیا پھر لوگ باقاعدہ ہنسنے لگے۔ عمران لگاتار میزوں کے درمیان بھاگتا پھر رہا تھا اب باقی بیرے بھی اس بھاگ دوڑ میں شریک ہو گئے وہ ہر قیمت پر عمران کو پکڑنا چاہتے تھے لیکن عمران تو چھلاوہ تھا گو شلوار کی وجہ سے اسے بھاگنے میں دشواری محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن پھر بھی بیرے اسے نہیں پکڑ سکے ہال میں ان کے بھاگنے سے افراتفری مچ گئی۔ ہال میں قہقہے گونج رہے تھے بیروں کی سانس پھول گئی مینجر بھی شور سن کر کمرے سے باہر نکل آیا اور پھر ہال میں بیروں کو یوں بھاگتے دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں ایک [illegible] لباس

کچھ سمجھ میں نہ آیا پھر صورتحال کی نزاکت سے اسے احساس ہو گیا اس نے آگے بڑھ کر بیروں کو بھاگنے سے روکا بیرے رک گئے۔ ان کے سانس پھول چکے تھے اور عمران آرام سے ایک طرف کھڑا دوبارہ ہال کو حیرت سے دیکھ رہا تھا جیسے اب تک کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ لوگ بھی اس کی چستی دیکھ کر حیران رہ گئے مینجر نے اسے اشارے سے بلایا۔

عمران آرام سے چلتا ہوا مینجر کی طرف گیا۔

"فرمائیے" عمران بالکل پرسکون تھا مینجر شاید عمران کو نہیں پہچانتا تھا۔

"مسٹر آپ باہر چلے جائیں یہاں ایسے لباس میں آنا منع ہے" مینجر نے نرمی سے اسے سمجھایا۔

"مینجر صاحب، ہوٹل کے نیچے والے تہہ خانے کا کیا حال ہے" عمران نے آہستہ سے کہا۔ اور مینجر کے چہرے پر حیرت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

"مگر مگر" مینجر نے پریشان ہوتے ہوئے کچھ کہنا چاہا۔

"اگر مگر کچھ نہیں میں صرف یہاں کھانا کھاؤں گا اور چلا جاؤں گا ورنہ"
عمران نے دھیرے سے کہا۔

"تو پھر آپ میرے کمرے میں تشریف لے چلیں" مینجر کا لہجہ یکدم تبدیل ہو گیا۔

لوگ بھی حیرت سے منیجر کی طرف دیکھنے لگے۔

نہیں نہیں میں یہیں بیٹھوں گا۔ اور یہ کہہ کر عمران ایک خالی میز کے پاس پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ منیجر ایک لمحے کے لیے کھڑا ہونٹ کاٹتا رہا۔ اور پھر جھٹکے سے واپس اپنے دفتر کی طرف مڑ گیا ایک بیرے نے آگے بڑھ کر منیجر سے کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے ڈانٹ کر کہا" چلو تم سب اپنا کام کرو۔

اور بیرے اپنا سا منہ لے کر دوبارہ اپنے اپنے کاموں کی طرف متوجہ ہو گئے اب سب لوگ حیرت سے عمران کی طرف دیکھ رہے تھے اور عمران سب سے لاپرواہ ہال میں ادھر ادھر نظریں دوڑا رہا تھا ایک بیرے نے اس کے پاس آ کر بڑے سخت لہجے میں کہا۔

کیا لاؤں۔

کچھ کھانے کے لئے لاؤ۔

عمران نے لاپرواہی سے کہا اور بیرہ واپس مڑ گیا۔

یہ شاید اس ہوٹل کی تاریخ میں پہلا موقع تھا جب کوئی شخص اس لباس میں ہوٹل میں بیٹھا ہو ادھر اندر دفتر میں منیجر بیٹھا بے بسی سے اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا غصے سے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ تہہ خانوں کی بھنک بھی پولیس کے

کانوں میں پڑ جاتی تو سارا ہوٹل سیل ہو سکتا تھا تہہ خانوں میں بنے ہوئے عشرت کدے اور غیر ملکی سمگل شدہ شراب کے ذخیرے ہوٹل کو بند بھی کروا سکتے تھے اسے سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس شخص کو تہہ خانوں کے متعلق کیسے معلوم ہو گیا۔

بیرہ نے عمران کے سامنے کھانا لا کر رکھ دیا اور عمران نے چھری کانٹے تو رکھ دیئے ایک طرف اور پھر ہاتھوں سے کھانے پر ٹوٹ پڑا لوگ حیرت سے اس تماشے کو دیکھ رہے تھے چند کے چہروں پر نفرت کے آثار تھے آخر ان میں سے ایک سے نہ رہا گیا وہ ایک قوی الجثہ نوجوان تھا وہ اپنی میز سے اٹھا اور تیر کی طرح عمران کی طرف بڑھا۔

عمران نے اسے اپنی طرف آتے دیکھا لیکن کوئی نوٹس نہ لیا۔

اے مسٹر" اس شخص نے عمران کے پاس آ کر کہا۔

کیا بات ہے؟ عمران نے بڑا سا نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔

تمہیں کس حکیم نے کہا ہے کہ تم اس ہوٹل میں آ کر کھانا کھاؤ۔

نوجوان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

اور تمہیں کس چڑی مار حکیم نے کہا ہے کہ تم اعتراض کرو" عمران نے نوالہ چباتے ہوئے اسی لہجے میں کہا۔

اس نوجوان سے برداشت نہ ہو سکا اس نے ایک زوردار تھپڑ

فیاض نے پریشان ہوتے ہوئے اسے علیحدہ کیا۔

مینیجر بھی شاید فیاض سے اچھی طرح واقف تھا اس نے جب عمران کو فیاض سے یوں ملتے دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ ان کی آپس میں دوستی ہے ورنہ فیاض رکھ رکھاؤ کا بڑا قائل تھا۔

کیا چکر ہے۔ فیاض نے دوبارہ پوچھا۔

کھانا کھا رہا ہوں۔ عمران نے یوں جواب دیا جیسے زندگی میں پہلی بار کھانا کھا رہا ہو۔

صاحب! انہوں نے ایک تو اس لباس میں ہوٹل میں گھس کر ہمارے اصولوں کو توڑا دوسرا اس نوجوان کا مار مار کر بھرکس نکال دیا۔

مینیجر نے فیاض کو صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

اتنے میں وہ نوجوان بھی ہوش میں آچکا تھا بیروں نے اس کے منہ میں پانی وغیرہ ڈالا تھا ہوش میں آتے ہی وہ عمران کی طرف لپکا لیکن بیروں نے اسے روک دیا۔

تم سے نپٹ لوں گا میں۔ اس نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

مسئلہ فیثا غورث ہوں سمجھنے کے لیے پرکار ساتھ لیتے آنا۔

عمران نے شوخی سے کہا۔

اور وہ نوجوان بڑبڑاتا ہوا ہوٹل سے باہر نکل گیا۔

تم میرے ساتھ چلو۔ فیاض نے قدرے سخت لہجے میں عمران سے کہا۔

کیوں کیا تمہاری دھونس ہے۔ عمران نے موقعہ محل کی نزاکت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جواب دیا۔

میں کہتا ہوں میرے ساتھ چلو۔ فیاض کو اپنی وردی کا خیال آ گیا اس لئے اس نے پہلے سے بھی زیادہ سختی سے کہا۔

نہیں جاتا تمہارے باپ کی ریاست ہے۔ عمران بھی کسی لڑاکا بھٹیارن کی طرح اکڑ گیا اور فیاض کو لینے کے دینے پڑ گئے اس کی ساری پوزیشن خراب ہو چکی تھی لوگ اب فیاض کی حالت پر مسکرانے لگ گئے تھے۔

فیاض نے سوچا اگر مزید سختی کی تو معاملہ بگڑ جائے گا اور عمران سے کچھ بعید نہیں کیا کر دے اس لئے نرمی کا برتاؤ اس وقت بہتر رہے گا اس نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔

میرے ساتھ چلو ایک ضروری کام ہے۔

یوں کہو تو چلتا ہوں ضروری کام ہے تو میرے بل کے پیسے بھی ادا کرتے جاؤ۔ عمران نے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے کہا۔

اور فیاض نے چپکے سے بٹوا نکالا اور بڑا نوٹ نکال کر میز
پر رکھ دیا۔ اور پھر عمران اور فیاض کا رُخ گیٹ کی طرف ہو گیا۔
فیاض آگے آگے جا رہا تھا جیسے عمران اس کے پیچھے یوں اکڑتا جا
رہا تھا جیسے کوئی بل فائیٹر فاتح بن کر میدان سے باہر جا رہا ہو اور
مینیجر اور دوسرے لوگ حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ اسے دیکھ رہے
تھے۔ ایک آدمی نے اپنے ساتھی سے مخاطب ہو کر چپکے سے کہا۔
کوئی سی آئی ڈی کا بڑا آفیسر معلوم ہوتا ہے۔ اشارہ صاف
عمران کی طرف تھا اور دوسرے نے بے بسی سے سر ہلا دیا کیونکہ اس
کے علاوہ اور سوچا بھی کیا جا سکتا تھا۔

ٹھیک نکلا عین دوپہر
وہی مجرم

دوسری صبح اخباروں کے شائع
ہوتے ہی تہلکہ برپا ہو گیا سارے ملک
میں خصوصاً دارالحکومت میں خوف و
ہراس کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اخباروں
نے فائرنگ والے کیس کو خوب بڑھا
چڑھا کر پیش کیا چند ستم ظریف
اخباروں نے تو موقع پر پولیس اور دیگر
آفیسران کے فوٹو بھی چھاپ دیئے
تھے آخر میں تقریباً تمام اخبارات
دارالحکومت کی پولیس پر خوب برسے

اور فیاض نے پوری ذمہ داری پولیس کی نااہلی اور سستی پر ڈال دی
پر رکھ دیا۔ ہر جگہ اسی واقعے کا چرچا تھا ہر شخص حکومت اور پولیس کو گالیاں
دے رہا تھا چند اخباروں نے تو باقاعدہ حکومت سے مطالبہ کر دیا
تھا کہ وہ ان کی جان و مال کا تحفظ کرے یہ حالات حکومت کے لئے
بھی دردسر بن گئے۔ ایک دوسرے پر لے دے ہونے لگی زیادہ
دباؤ پولیس کے محکمے پر پڑا لیکن وہ لوگ بھی اپنی اپنی جگہ مجبور تھے
انہیں کوئی علم غیب نہیں تھا کہ واقعہ ہونے سے پہلے مجرموں کے
ارادوں سے آگاہ ہو جائیں کیس کو اب باقاعدہ طور پر انٹیلیجنس کے حوالے
کر دیا گیا تھا۔ اور پھر حکومت نے خاص بیانات شائع کئے اور ریڈیو
سے اعلیٰ افسروں نے تقریریں نشر کیں جن میں مجرموں کو جلد از جلد گرفتار
کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا لیکن عوام ابھی نامطمئن تھے۔ تہوار بالکل بے
رنگ ثابت گیا۔ لوگ نادیدہ خوف کی وجہ سے گھروں سے بہت کم
باہر نکلے سارا دن بازار خالی رہے ہر شخص خوف زدہ تھا خصوصاً عورتیں
تو بالکل گھروں سے باہر نہ نکلیں۔ سب ہی سوچ رہے تھے کہ نہ جانے
وہ سنگدل قاتل کس وقت کس جگہ وار کر دیں لوگوں کو یقین تھا کہ مجرموں
کی فائرنگ بلاوجہ نہیں ہوگی وہ دارالحکومت میں خوف و ہراس پھیلا کر اپنا
کوئی خاص مقصد پورا کرنا چاہتے ہوں گے اور یہ کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ

مجرموں کا وہ مقصد کون سا ہے لوگوں کا خیال ٹھیک نکلا عین دوپہر
کو کینٹ میں عوامی بنک کے پاس چار کاریں آکر رکیں اور وہی مجرم
ہاتھوں میں مشین گنیں لے کر باہر نکل آئے اور ایک دفعہ پھر وہی
پہلا واقعہ دہرانا شروع کر دیا۔ لیکن اس بار قتل و غارت پہلے کی
نسبت کم رہی کیونکہ بازار تقریباً لوگوں سے خالی تھا لیکن پھر کئی قسمت
کے مارے شاید کسی ضروری کام سے وہاں سے گذر رہے تھے۔
وہ مشین گنوں کی زد میں آگئے بنک کا چوکیدار بھی ختم ہو چکا تھا ایک
نوجوان نے پھرتی سے بنک کے تالے کو گولی مار کر توڑ دیا اور پھر
سات آٹھ نوجوان بنک میں داخل ہو گئے باہر گولیاں فضا میں یوں چل
رہی تھیں جیسے آتشبازی کا مظاہرہ ہو لیکن پولیس اس دفعہ ہوشیار
تھی۔ پولیس کی گارد وہاں پہنچ گئی اور پھر زوردار مقابلہ شروع ہو گیا۔
پولیس کے سپاہیوں نے پناہ گاہیں ڈھونڈ لیں اور آپس میں گولیوں کا
تبادلہ ہونے لگا ایک منٹ بعد ہی بنک میں داخل ہونے والے نوجوان ہاتھوں
میں گٹھڑیاں سنبھالے باہر نکلے بنک کے گیٹ کے پاس کھڑی ہوئی کاروں
میں انہوں نے گٹھڑیاں پھینک دیں اور پھر سب آہستہ آہستہ ان میں بیٹھ گئے
اور کاریں ایک بار پھر گولیوں کی بوچھاڑ میں دوڑنے لگیں مجرم کاروں کی
کھڑکیوں سے مشین گنوں کے بے پناہ راؤنڈ چلا رہے تھے پولیس نے بھی

اپنی ویگنیں سنبھالیں اتنے میں ایک اور پولیس گارڈ وہاں پہنچ گئی اور مجرموں
کا تعاقب ہونے لگا۔ مجرموں کی کاروں کے ٹائروں پر حفاظتی شیڈ چڑھے
ہوئے تھے اور تقریباً تمام کاریں بلٹ پروف معلوم ہوتی تھیں کیوں کہ پولیس
کی گولیوں کا ان پر کوئی اثر نہ ہو رہا تھا پولیس کی چار گاڑیاں مجرموں کی
بے پناہ فائرنگ سے ناکارہ ہوگئیں تعاقب بہرحال جاری تھا مجرموں
کا رخ شہر سے باہر تھا اور ایک چوک پر پہنچ کر مجرموں کی دو گاڑیوں
کا رخ علیحدہ علیحدہ سڑکوں کی طرف ہوگیا اور دو کاریں سیدھی چلی
گئیں پولیس کی کاریں بھی چوک پر رک کر بٹ گئیں سیدھی جانے والی دونوں
کاروں کا رخ ساحل سمندر کی طرف تھا فائرنگ بدستور جاری تھی مجرموں
کی کاروں کی سپیڈ انتہائی تیز تھی۔ وہ ہوا کی سی تیزی کے ساتھ اڑی چلی جا
رہی تھیں۔ پولیس کی ویگنیں اپنی پوری سپیڈ پر جانے کے باوجود ان سے کافی
پیچھے رہ گئی تھیں پھر اچانک پولیس کی ایک ویگن کے ڈرائیور کا ہاتھ تیز
رفتاری کی وجہ سے بہکا اور ویگن سڑک کے کنارے الٹ گئی اس کے
پیچھے آنے والی ویگنیں اس کے پاس سے ہو کر گزر گئیں کافی دور آگے جا کر
مختلف سمتوں میں جانے والی کاریں بھی دوبارہ آ کر مل گئیں اب پھر مجرموں کی
کاروں کی تعداد چار تھی لیکن پولیس کی ویگنوں کی تعداد بہت کم رہ گئی تھی۔
مجرموں کی کاریں سمندر کے پاس جا کر رک گئیں اور سمندر کے ساتھ

کھڑی ہوئی ایک بہت بڑی لانچ میں حرکت ہوئی۔ پولیس کی ویگنیں ابھی
کافی دور تھیں مجرم انتہائی تیزی سے کاروں سے اترے ان میں سے کئی نے
وہ تھیلے اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے وہ بھاگ کر لانچ میں سوار
ہوگئے اور جب پولیس کی کاریں مجرموں تک پہنچیں لانچ مجرموں کو لے کر کھلے
سمندر میں پہنچ چکی تھی۔ اور پولیس والے ساحل سمندر پر کھڑے ہاتھ ملتے رہ گئے
انہیں بس وہ چاروں کاریں ہاتھ لگیں باقی مجرم ان کی پہنچ سے باہر ہو چکے
تھے اور پھر وہ دیکھتے ہی رہ گئے اور لانچ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔
اس مقابلے میں پولیس کا کافی سے زیادہ نقصان ہوگیا۔ تقریباً سات گاڑیاں
ناکارہ ہو چکی تھیں چار اے ایس آئی اور دس سپاہی مجرموں کی گولیوں کا نشانہ بن
گئے تھے اس کے علاوہ کئی زخمی تھے بنک کا جو نقصان ہوا وہ علیحدہ تھا۔ مجرموں
کی دیدہ دلیری کی انتہا تھی کہ وہ دن دیہاڑے پولیس کی نظروں میں دھول جھونک
کر بنک لوٹ کر لے گئے۔

عمران اور فیاض جیسے ہی ہوٹل سے باہر آئے فیاض کا موڈ ایکدم بگڑ گیا وہ تیزی سے اپنی کار کی طرف جارہا تھا جو پارکنگ شیڈ میں کھڑی تھی۔

[illegible] تمہیں پبلک جگہوں پر ایسی بے ہودہ حرکتیں کرتے شرم نہیں آتی۔

فیاض نے عمران کو مخاطب ہوکر کہا۔

فیاض غصے سے دانت پیس رہا تھا اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ ابھی اور اسی جگہ عمرا

[illegible] دے۔

[illegible] م یہاں شرم کا کیا تک ہے۔ بھلا ہوٹل میں کھانا کھانا قابل شرم [illegible] ہے۔ عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

ہوٹل میں کھانا کھانے کے متعلق کون کمبخت کہہ رہا ہے" فیاض نے اپنی کار کے ہینڈل پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

[illegible] ہے ہوا۔ کون کہہ رہا ہے۔ عمران نے بھی فیاض کے ساتھ [illegible] ئے کہا۔

کیا مطلب۔ فیاض کا چہرہ اور سرخ ہوگیا۔

مائی ڈیئر فیاض تم کار چلاؤ تمہیں ڈر کا ہے کا ہے۔ عمران نے آخری لفظ تقریباً گاتے ہوئے کہا۔

اور فیاض نے جھٹکے سے کار سٹارٹ کردی۔

کہاں چلوں فیاض نے اپنے غصے کو دباتے ہوئے کہا۔

[illegible] جہاں تک جا سکو۔ عمران نے آنکھیں بند کرکے سیٹ کی پشت پر سر رکھتے [illegible] ہوئے۔

سیدھی طرح بتاؤ ورنہ کار کسی درخت سے ٹکرا دوں گا فیاض کو ایک بار پھر غصہ آگیا۔

کوئی فکر نہیں [illegible] اپنا بیمہ کرا رکھا ہے۔ پورے ا[illegible] لاکھ روپے کا۔

عمران کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔

اور فیاض ایک بار پھر خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ ایک
اسے خیال آیا کہ کار روک کر عمران کو زبردستی کار سے نیچے اتار دے
لیکن پھر اسے سر رحمان کی دھمکی یاد آ گئی جس کے تحت اسے ایک ہفتے
کا ہوسس ملا تھا اور آج دوسرا دن تھا وہ عمران کی منت کرنے کے لئے
مجبور تھا اور پھر وہ دل ہی دل میں سر رحمان اور عمران کو [illegible]
سنانے لگا۔ آہستہ آہستہ اس کا غصہ ٹھنڈا پڑتا گیا کار ابھی تک
پر بے مقصد دوڑ رہی تھی۔ عمران سیٹ پر سر رکھے بڑے اطمینان سے
خراٹے لے رہا تھا جیسے ریڈیو سے کلاسیکل موسیقی کا پروگرام نشر ہو
رہا تھا۔

فیاض نے سوچا غصہ کرنے سے اپنا ہی نقصان ہوگا اس لئے اسے
اپنے مستقبل کو سوچ کر دماغ ٹھنڈا کرنا پڑا پھر اس کی کار کا رخ
عمران کے فلیٹ کی طرف ہوگیا تھوڑی دیر بعد گاڑی عمران کے فلیٹ
کے سامنے کھڑی تھی۔

چلو، فیاض نے عمران کا کاندھا ہلاتے ہوئے کہا۔

اور عمران فیاض کی شیریں آواز سن کر بڑے مزے سے اچھلا
دماغ ٹھنڈا ہوگیا سوپر جلو شکر ہے ورنہ عمران [illegible] نکلتے ہوئے کہا

[illegible] نے سوال کیا۔

ورنہ دماغ سے سوپا ہوا تھا۔ عمران نے فقرہ مکمل کر دیا اور سوپر فیاض
نے سر جھکا لیا۔

عمران اور فیاض اتر کر فلیٹ میں داخل ہوگئے۔

عمران فلیٹ میں داخل ہوتے ہی صوفے پر دھم سے گر پڑا اور فیاض
اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

سلیمان۔ عمران نے آنکھیں بند کرتے ہوئے زوردار ہانک لگائی۔

فیاض اکتایا اکتایا سا بیٹھا تھا۔

ایک منٹ کے بعد سلیمان کی شکل دروازے میں نظر آئی۔ اس کا حلیہ
ہی عجیب تھا پیروں میں سلیم شاہی تلے دار جوتی جسم پر چوڑی
دار انگرکھا سر پر دوپلی ٹوپی وہ پورا لکھنو کا بانکا نظر آ رہا تھا

فیاض نے اسے دیکھ کر برا سا منہ بنایا لیکن عمران اسے یوں
دیکھ رہا تھا جیسے اس کی جامہ زیبی سے بے حد متاثر ہوگیا

سلیمان۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں دوبارہ کہا۔

سلیمان لکھنوی کہیے سرکار۔ سلیمان نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے
قدرے جھک کر کہا۔

فیاض سے نہ رہا گیا۔

یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے۔

حضور فیض گنجور آپ ایسا کہہ کر مشرقی تہذیب کی توہین کر رہے ہیں سلیمان نے فیاض کے سامنے جھکتے ہوئے کہا۔

نامعقول، فیاض منہ میں بڑبڑا کر رہ گیا اور سلیمان سُنی ان سنی کر گیا۔

جناب سلیمان لکھنوی صاحب کیا آپ مہمان کی تواضع کافی سے کر سکتے ہیں۔

عمران نے کھڑے ہو کر سلیمان کو فرشی سلام کرتے ہوئے کہا۔

اور فیاض دونوں کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے کوئی بچہ پہلی بار چڑیا گھر کی سیر کر رہا ہو۔

آپ کا حکم سر آنکھوں پر سرکار بندہ آپ کا خادم ہے۔

سلیمان نے بھی لکھنوی انداز میں کہا اور سر جھکا کر واپس مڑ گیا۔

اور عمران آنکھیں جھپکاتا ہوا دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

تم دونوں پاگل تو نہیں۔ فیاض نے سلیمان کے جانے کے بعد عمران سے کہا۔

پاگل۔ ہاں تمہاری نظروں میں ہم دونوں پاگل ہیں کیوں کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کی تہذیب کا احیا کر رہے ہیں اور تمہاری نظروں پر فرنگی عینک چڑھی ہوئی ہے تم جسمانی طور پر تو آزاد ہو لیکن ذہنی طور پر ابھی

سمت فرنگی کے غلام چلے آ رہے ہو تمہیں مشرقی تہذیب یقیناً پاگلوں کی تہذیب نظر آتی ہوگی سوپر فیاض اگر تم تعصب کا لبادہ اور فرنگی عینک اتار کر دیکھو اور ٹھنڈے دل سے غور کرو تو تم اس نتیجے پر پہنچو گے کہ یہ پہناوہ جو ہم کو فرنگی نے دیا ہے ہمارے معاشرے کے لئے کس قدر خطرناک ہے مغربی لباس قطعی ننگا ہے یہ دراصل زہر پر شکر چڑھائی گئی ہے ہم میں غیرت کا اتنا فقدان ہو گیا ہے کہ ہم اپنی ماؤں بہنوں کے لئے یہ ننگا لباس پہن کر قطعی شرم محسوس نہیں کرتے بلکہ فخر محسوس کرتے ہیں کہ ہم تہذیب یافتہ ہو گئے ہیں۔ انگریزوں نے غیرت، خودداری اور حیا آمیز خون ہماری رگوں سے نچوڑ لیا ہے۔ ہم بے غیرتی بے حیائی کو سینے سے لگائے خوش پھرتے ہیں ذرا تصور کرو اگر ہمارے آباؤ اجداد جو غیرت اور حیا کے پتلے تھے اگر آج دوبارہ اس دنیا میں آ جائیں تو کیا وہ ہم جیسے لوگوں کو اپنی اولاد کہنے پر فخر کریں گے یا ہمارے منہ پر تھوکنا پسند کریں گے اور وہ پہناوہ جو حضرت عمرؓ نے فرنگی مزدوروں کے لئے پسند فرمایا تھا تاکہ وہ متواتر کام کرتے رہیں اور سست نہ ہوں۔ آج ہم اسے تہذیب کا اعلیٰ نشان بنائے اپنے گلے میں ڈالے پھر رہے ہیں ہم اپنے آپ کو آزاد کہلاتے ہیں۔ لیکن

اگر تم ذرا غور کرو تو کیا تم دعوےٰ کر سکتے ہو کہ ہم آزاد ہیں یا غلام۔

بس بس۔ یار عمران تمہاری کن کن صفات کا اعتراف کیا جائے تم تو ایک شعلہ بیان مقرر اور ایک انقلاب برپا کر دینے والے واعظ بھی ہو کمال ہے تم چاہو تو اپنی تقریر سے معاشرے کی کایا پلٹ سکتے ہو۔ فیاض نے تعریفانہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے اس کا مطلب ہے تم میں ابھی کچھ مشرقی خون موجود ہے یہی کافی ہے۔ عمران نے دوبارہ آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔

اتنے میں سلیمان کافی لے کر آ گیا اس نے پیالیاں میز پر رکھیں اور آداب بجالا کر واپس چلا گیا۔

میاں اب بتاؤ نا کون سا مسئلہ تمہارے لئے پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے۔

عمران نے نہایت شرافت اور سنجیدگی سے فیاض سے پوچھا اور فیاض پر ایک بار پھر حیرت کا دورہ پڑ گیا کہ عمران اور اتنی شرافت سے اصل موضوع پر گفتگو کر رہا ہے۔

اسے حیرت سے زیادہ خوشی ہو رہی تھی کہ اگر عمران اس طرح

سنجیدہ رہا تو یقیناً یہ سنگدل قاتل گرفتار ہو جائیں گے اور پھر ترقی کی خوبصورت دیوی اپنے دلآویز پر پھیلائے اسے اپنی آغوش میں لے گی وہ خیالات کی وادی میں بھٹکنے لگا۔ لیکن پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا کہیں یہ موقع ضائع نہ ہو اور عمران دوبارہ اپنی حرکتوں پر اتر آئے۔

تمہیں معلوم تو ہو گا کہ آج کل قاتلوں نے شہر میں قیامت برپا کر رکھی ہے سینکڑوں بے گناہ لوگوں ان کی اندھا دھند فائرنگ سے ختم ہو گئے ہیں شہر میں خوف و ہراس پھیلا ہوا ہے۔

فیاض نے تمہید طول کرتے ہوئے کہا۔

بس بس۔ کہانی ختم کرو مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں کیا تکلیف ہے؟

عمران کا موڈ دوبارہ تبدیل ہوتا نظر آ رہا تھا۔

سر رحمان نے مجھے الٹی میٹم دیا ہے کہ ایک ہفتے کے اندر اندر قاتلوں کو گرفتار کرو ورنہ اپنے آپ کو معطل سمجھو۔

اچھا تو یہ بات ہے فکر نہ کرو پیارے قاتل ایک ہفتے میں تمہارے قبضے میں ہوں گے بھلا ہم جیسے یار پھر کس کام آئیں گے تمہارے جیسے دوستوں کے لئے میری جان تک حاضر ہے مگر۔

عمران جان بوجھ کر چپ ہو گیا۔

مگر کیا۔ فیاض کو ایک جھٹکا لگا۔

مگر یار تمہیں معلوم ہے کہ میں آج کل ترقی میں جا رہا ہوں اور خرچ بڑھ رہا ہے اور جب تک پیٹ میں روٹی نہ ہو انسان کچھ بھی نہیں سوچ سکتا۔

تم فکر نہ کرو۔ فیاض نے جیب سے پرس نکالتے ہوئے کہا اور پرس سے پانچسو کے نوٹ نکال کر عمران کو دے دیئے۔

عمران نے ہاتھ آگے بڑھا کر نوٹ لے لیئے۔

لیکن سوپر فیاض تمہیں معلوم ہے میں اسے واپس کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ ہاں اگر حالات ٹھیک ہو گئے میں تمہارا اگلا پچھلا سب حساب بے باق کر دوں گا۔

یہ کہتے ہوئے عمران کا چہرہ شرم سے سرخ ہو رہا تھا۔

تم بالکل بے فکر رہو۔ آخر دوست کب کام آتے ہیں۔ تمہیں جب بھی ضرورت ہو مجھ سے مانگ لیا کرو۔

فیاض شائد عمران کی حالت سے بے حد متاثر معلوم ہوتا تھا۔

اچھا پھر وہ کام۔ فیاض دوبارہ اصل موضوع پر آنے لگا۔

تم فکر نہ کرو بس اتنا کام کرو کہ تمام بنکوں پر خفیہ پولیس کا پہرہ لگوا دو باقی میں جانوں اور میرا کام۔

اچھا میں چلوں۔ فیاض نے اٹھتے ہوئے کہا۔

او کے۔ عمران نے بھی اٹھ کر فیاض سے ہاتھ ملایا۔

اور فیاض سر پر ہیٹ رکھ کر فلیٹ سے باہر چلا گیا۔

فیاض جیسے ہی باہر نکلا عمران نے سلیمان کو آواز دی۔

سلیمان لکھنوی صاحب۔

سلیمان فوراً ہی آ گیا۔

فرمایئے حضور۔

یہ لو پانچسو روپے اور باقی حساب پھر کر لیں گے۔

عمران نے ایک شان بے نیازی سے پانچ سو روپے سلیمان کو دیتے ہوئے کہا۔

سلیمان نے نوٹ لینے سے پہلے پانچ دفعہ فرشی سلام کیا اور پھر خالص لکھنوی انداز سے عمران کے ہاتھ سے نوٹ لے لیا۔

لیکن حضور سلیمان نے نوٹ لینے کے بعد عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

حضور کے بچے بڑی مشکل سے فیاض جیسے کنجوس آدمی سے پیسے نکلوائے اور تم اکڑ رہے ہو۔

حضور آپ کی ذرہ نوازی ہے مگر یہ تو کھلا بائی کے کوٹھے کا صرف

ایک دن کا خرچ ہے۔

کملا بائی۔ وہ کون ہے ہے۔ عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

حضور ذرا زبان کو سنبھالیے شائستہ لہجے میں گفتگو فرمائیے کملا بائی کے کوٹھے پر جائے بغیر کسی شخص کو لکھنوی کہلانے کا حق حاصل نہیں ہے

سلیمان نے توجیہہ پیش کی۔

اچھا چھا سر نہ کھاؤ اور ہاں اگر تم آئندہ کملا بائی کے کوٹھے پر گئے تو سر گنجا کر کے اتنی جوتیاں ماروں گا کہ ساری لکھنویت ناک کے راستے نکل جائے گی۔

مگر حضور مشرقی تہذیب سلیمان نے دوبارہ دلائل پیش کرنے شروع کیے

ابے تو سیدھا سادہ باورچی بنا رہ کیوں اپنے ساتھ میرا بھی بیڑہ غرق کرنے پر تلا ہوا ہے تجھے کسی حکیم نے کہا ہے کہ تو لکھنوی بن بھاڑ میں گئی ایسی مشرقی تہذیب جہاں کملا بائی کے کوٹھے پر جائے بغیر انسان تہذیب یافتہ نہ کہلائے اب جا اور ان پانچ ہزار روپوں کی خوشی میں ایک سپیشل چائے بنا کر لا اتنی دیر میں میں ذرا کپڑے تبدیل کر لوں۔

اور سلیمان سر جھکائے کمرے سے نکل گیا۔

صفدر کافی دنوں سے کچھ بور سا ہو رہا تھا کیونکہ پچھلا کیس ختم ہوئے تقریباً ایک ماہ گزر چکا تھا اور ابھی تک وہ فارغ تھے صفدر کی طبیعت کچھ اس قسم کی واقع ہوئی تھی کہ وہ فارغ بیٹھنا جانتا ہی نہ تھا اس کا کہنا تھا کہ اگر کام میں لگا رہے تو طبیعت صحیح رہتی ہے ورنہ جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کو زنگ لگ جاتا ہے آج کل وہ چونکہ فارغ

تھا۔ اس لیے اس پر بوریت کا شدید دورہ پڑا ہوا تھا۔ آج کل وہ
سوچ رہا تھا کہ اپنے طور پر کوئی کام کرے تاکہ بوریت کچھ کم ہو۔
لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ
کرے۔ عمران بھی آج کل فلیٹ پر کم ملتا تھا۔ نجانے وہ کیا کرتا پھر
رہا ہے اس نے سوچا کیپٹن شکیل کو فون کیا جائے اور کوئی پروگرام
بنایا جائے تاکہ نہ ہونے سے کچھ نہ کچھ تو ہو۔

اس نے آگے بڑھ کر رسیور اٹھایا اور کیپٹن شکیل کے نمبر ڈائل
کیے چند لمحے پر دوسری طرف سے رسیور اٹھایا گیا۔

ہیلو۔ صفدر بولا۔

ہیلو کون صاحب بول رہے ہیں۔ دوسری طرف سے کیپٹن شکیل کی
بھاری آواز رسیور پر گونجی۔

میں صفدر ہوں کیپٹن۔

اوہو۔ صفدر صاحب کیا حال ہیں۔ آج کیسے فون کیا؟

کیپٹن شکیل کی زندگی سے بھرپور آواز گونجی۔

بس۔ بھائی۔ کافی عرصے سے بور ہو رہا ہوں۔ سوچا آپ کو فون
کردوں تاکہ کوئی پروگرام بنایا جائے اور بوریت ختم ہو۔

میرے فلیٹ پر آ جاؤ پھر اکٹھے بیٹھ کر کوئی پروگرام بنائیں گے۔

کیپٹن شکیل نے تجویز پیش کی۔

اوکے میں چند منٹ میں آ رہا ہوں یہ کہہ کر صفدر نے رسیور رکھ دیا
اور باتھ روم کی طرف بڑھ گیا غسل کرنے کے بعد اس نے کپڑے پہنے اور
فلیٹ کو تالا لگا کر نیچے اترا اور گیراج سے موٹر سائیکل نکال کر کیپٹن
شکیل کے فلیٹ کی طرف چل پڑا تھوڑی دیر بعد وہ کیپٹن شکیل کے
سامنے بیٹھا آرام سے سگرٹ پی رہا تھا۔ کیپٹن شکیل کا نوکر دونوں
کے لیے چائے بنا کر لایا۔ اور چائے پینے کے لیے دونوں پروگرام
کے متعلق سوچنے لگے۔

کیپٹن شکیل نے تجویز پیش کی کہ عمران کو ساتھ لے کر آج ہوٹلوں
کا چکر لگایا جائے۔

صفدر اس پروگرام پر غور کر ہی رہا تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی
زور زور سے بجنے لگی۔

کیپٹن شکیل نے رسیور اٹھا کر کانوں سے لگا لیا۔

شکیل سپیکنگ۔

اٹس از جولیا۔ دوسری طرف سے جولیا کی آواز آئی۔

ہاؤ آر یو میڈم۔

اوکے پارٹنر۔

لیئے فون کیا۔

ایک کام تھا کیپٹن

فرمایئے فرمایئے ہم تو مدت سے کام کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔

ہم سے کیا مطلب جولیا نے پوچھا۔

صفدر صاحب بھی میرے پاس بیٹھے ہیں۔

اوہو۔ یہ تو اچھا ہوا۔ تمہارے بعد میں نے صفدر کو فون کرنا تھا

فرمایئے۔

ایکسٹو نے ابھی ابھی فون کیا ہے آپ کی اور صفدر کی ڈیوٹی آج کیفے کاسنو میں لگائی ہے۔ وہاں آپ کو ایک دبلے پتلے غیر ملکی کی نگرانی کرنی ہے جس نے پتلی کمانی کا سنہری چشمہ لگا رکھا ہوگا۔ اور پھر جولیا نے تفصیل سے غیر ملکی کا حلیہ بتانا شروع کر دیا۔

یہ ضروری ہے کہ وہ کیفے کاسنو میں مل جائے گا

ہاں۔ پچھلے دس دنوں سے کیفے کاسنو اس کا مستقل اڈا بنا ہوا ہے

"اوکے"

اور ہاں اس کی حرکات سکنات کی رپورٹ آپ ڈائریکٹ ایکسٹو کو دیں گے۔

اور صفدر کے ذمے کیا ڈیوٹی ہے۔

صفدر آپ کی نگرانی کرے گا۔

کیا مطلب کیپٹن شکیل نے حیرت سے پوچھا۔

ایکسٹو کا ہی حکم ہے آپ اس غیر ملکی کی نگرانی کریں اور صفدر آپ کی۔ ویسے آپ دونوں میں شناسائی ہرگز ظاہر نہ ہو۔

میڈم اتنا میں بھی جانتا ہوں۔ کیپٹن شکیل نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

آئی۔ ایم۔ ساری میں جلدی میں کہہ گئی آپ برا نہ منائیں۔

جولیا کی تاسف سے بھرپور لہجے میں آواز آئی۔

کوئی بات نہیں اور کوئی حکم۔

نہیں بس صفدر کو اس کی ڈیوٹی بتلا دینا۔

خدا حافظ۔

جولیا کی آواز آنی بند ہو گئی۔ اور کیپٹن شکیل نے رسیور رکھ دیا۔

کیا کام ملا؟

صفدر نے پوچھا۔

اور کیپٹن شکیل نے تفصیل سے ساری گفتگو صفدر کو بتلا دی۔

میرے خیال میں مجھے تمہاری نگرانی اس لئے سونپی گئی ہے کہ ان افراد کو چیک کیا جائے جو تم میں دلچسپی لیں گے۔

ہاں اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہو سکتا۔

چلو کچھ نہ کچھ کام تو ملا بوریت سے تو بچے۔

ہاں یہ تو ٹھیک ہے کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

او۔کے تو پھر میں چلتا ہوں۔ ٹھیک چار بجے کیفے کاسنو پہنچ جاؤنگا

او کے۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

اور صفدر کیپٹن شکیل سے ہاتھ ملا کر فلیٹ سے باہر چلا گیا

ایک ایسی کہانی جسے آپ کا محبوب مصنف
ایم اے راحت ہی لکھ سکتا ہے۔

آبادی سے الگ تھلگ بنی ہوئی
وسیع و عریض کوٹھی پر مکمل سکوت چھایا ہوا
تھا شام کے تقریباً چار بجے تھے صرف
گیٹ پر ایک مسلح دربان نظر آ رہا تھا
جو آہستہ آہستہ گیٹ کے سامنے ٹہل
رہا تھا۔ کوٹھی کے سامنے سے گزرنے
والی سڑک ویران تھی ہر طرف ایک
پُر اسرار سناٹا طاری تھا اچانک
سامنے کے موڑ سے ایک سبز رنگ کی
کار کوٹھی کی طرف تیزی سے آتی دکھائی

دی۔ چوکیدار اس کار کو دیکھ کر قدرے اٹین شن ہوگیا کار دربان کے پاس آ کر رک گئی اس میں چار خوش پوش آدمی سوار تھے چاروں کے چاروں غیر ملکی تھے

انہوں نے چوکیدار کو ایک کارڈ پیش کیا جس پر ایک گھونگھے کی شکل بنی ہوئی تھی۔ چوکیدار نے تصویر کارڈ کو دیکھا۔ اور پھر ان کی طرف دیکھ کر کہا۔

سابولیٹ۔

"آگر" ڈرائیو کرنے والے نے فوراً جواب دیا اور چوکیدار نے اس لفظ کو سن کر انہیں سلام کیا بڑے ادب سے کارڈ واپس کیا اور مڑ کر پھاٹک کھول دیا۔

کار تیزی سے اندر چلی گئی۔ چوکیدار نے پھاٹک دوبارہ بند کر دیا اور حسبِ معمول ٹہلنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد ایک اور سبز کار آئی اور مندرجہ بالا گفتگو کے بعد وہ بھی پھاٹک کے اندر داخل ہوگئی اس طرح چار کاریں یکے بعد دیگرے کوٹھی میں داخل ہوگئیں۔ ہر کار میں چار چار آدمی سوار تھے۔

وہ سب کاروں سے اتر کر کوٹھی کے وسیع و عریض ہال میں داخل ہو گئے وہاں ایک میز کے گرد بچھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے جب سب کرسیاں

بھر گئیں۔ ابھی ایک کرسی جو میز کے دوسری طرف رکھی ہوئی تھی خالی تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک بیٹھے انتظار کرتے رہے پھر دروازہ کھلا اور ایک دراز قد اور قدرے فربہ جسم کا شخص اندر داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر سب اپنی اپنی کرسیوں سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے اس نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں بیٹھنے کے لئے کہا اور خود بھی میز کی دوسری طرف رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا اس نے بیٹھتے ہی لفظ "سابولیٹ" دہرایا سب نے بیک آواز آگر کہا۔ اور وہ مطمئن ہوگیا۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد اس نے [illegible] شروع کی۔

ساتھیو! سب سے پہلے تو میں آپ کو پچھلے کارناموں پر مبارکباد پیش کرتا ہوں یہ کارنامے ہمارے مشن پر بڑا اچھا اثر ڈالیں گے آپ لوگوں نے جس بے جگری اور بہادری سے دونوں آپریشنوں کو انجام دیا میں اس پر بے حد خوش ہوں اور مجھے فخر ہے کہ میری ٹیم میں شامل سب لوگ اپنے مشن کے لئے جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہیں کریں گے میں نے آپ لوگوں کو یہاں اس لئے اکٹھا کیا ہے کہ میں آپ کو ایک اور آپریشن کے لئے تفصیل بتا دوں یہ آپریشن ہمارے مشن کے لئے انتہائی اہم ہے اور آپ نے اپنی جان پر کھیل کر اس آپریشن کو کامیاب کرنا ہے اس آپریشن کی کامیابی کے بعد ہمارے مشن کی کامیابی

کے لئے راستہ ہموار ہو جائے گا یہ آپریشن جہاں اہم ہے وہاں مشکل ضرور ہے۔ مگر ناممکن نہیں کیونکہ اس دنیا میں ناممکن کا کوئی وجود نہیں۔ کیا میں امید کروں کہ آپ لوگ اس آپریشن کی کامیابی کی ذمہ داری اٹھانے کے لئے پوری طرح تیار ہیں۔

آپ بالکل بے فکر رہیں۔ ہمیں تفصیلات بتائیں۔ ہم سب وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ہر قیمت پر اس آپریشن کو کامیاب بنائیں گے۔

ان میں سے ایک نے اٹھ کر کہا اور باقی سب نے بھی تائید میں سر ہلا دیا۔

ٹھیک ہے دوستو تو سنو۔

آج رات ٹھیک بارہ بجے آپ لوگوں نے وزارت خارجہ کی عمارت پر ریڈ کرنا ہے۔ اور اس کے ریکارڈ سیکشن میں گھس کر ایک سبز رنگ کی فائل اڑانی ہے یہ فائل مجھے ہر قیمت پر چاہیے اس کے لئے تمہیں جتنی بھی قتل و غارت کرنی پڑے تم کر سکتے ہو مگر یہ فائل ہر قیمت پر مجھ تک پہنچ جائے۔

یہ کہہ کر اس نے جیب سے ایک کاغذ نکالا جس پر وزارت خارجہ کی پوری عمارت کا نقشہ بنا ہوا تھا ریکارڈ روم کی بھی نشاندہی کی گئی تھی اس کی تمام حفاظتوں اور سیکورٹی گارڈوں کی تعداد کے متعلق بھی بتایا گیا تھا۔

کافی دیر تک وہ شخص ان کو پروگرام سے آگاہ کرتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا آپ لوگوں کو کوئی سوال پوچھنا ہو تو پوچھ سکتے ہیں۔

مال ہمیں کہاں پہنچانی ہے ان میں سے ایک نے کھڑے ہو کر پوچھا

یہیں اسی کوٹھی میں۔

اور کوئی سوال۔

مگر سب خاموش رہے اور اس شخص نے ہاتھ کے اشارے سے میٹنگ برخاست کر دی۔

کیپٹن شکیل ٹھیک چار بجے کیفے کاسنو کے ہال میں داخل ہوا یہ کیفے دارالحکومت میں اپنی سجاوٹ اور اعلیٰ سروس کی وجہ سے بہت مشہور تھا اس کا ہال ہر وقت گاہکوں سے پُر رہتا تھا اور شام کو تو وہاں جگہ کا مل جانا خوش قسمتی کی دلیل سمجھی جاتی تھی۔ اس لئے مستقل آنے والے لوگوں نے اپنی میزیں ریزرو کرا رکھی تھیں تاکہ وہ تکلیف سے بچے رہیں کیپٹن شکیل

نے چاکلیٹی رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا آنکھوں پر سنہرے رنگ کا چشمہ تھا اور چہرے پر فرنچ کٹ داڑھی وہ حفظ ماتقدم کے طور پر ہلکے سے میک اپ میں آیا تھا۔ ورنہ ایکسٹو کی طرف سے اس قسم کی کوئی ہدایت اسے نہیں ملی تھی۔ اس میک اپ میں اس کی شخصیت کچھ اور زیادہ نکھر گئی تھی۔ پھر لباس میں برتی ہوئی خوش ذوقی نے اس کی شخصیت میں چار چاند لگا دیئے تھے وہ جیسے ہی ہال میں داخل ہوا ہال میں بیٹھے ہوئے تقریباً تمام افراد کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں جن میں بیشتر تعداد خواتین کی تھی۔ خواتین کی نظروں میں تو صرف پسندیدگی کے آثار تھے مگر چند مردوں کی نظروں میں اس کے متعلق رشک و حسد کے اثرات بھی نمایاں تھے مگر کیپٹن شکیل ان سب باتوں سے بے نیاز کونے میں پڑی ہوئی ایک خالی میز کی طرف بڑھ گیا۔ اس میز پر ریزرویشن کی تختی لگی ہوئی تھی لیکن کیپٹن شکیل نے اس پر زیادہ دھیان نہیں دیا اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اس کے میز پر بیٹھتے ہی ایک باوردی بیرا اس کی طرف تیزی سے بڑھا۔

جناب یہ میز ریزرو ہے۔ بیرے نے مودبانہ طور پر جھکتے ہوئے کہا۔

کوئی بات نہیں جب وہ صاحب آئیں گے تو میں اٹھ جاؤں گا۔

کیپٹن شکیل نے خوش اخلاقی سے جواب دیا۔

اور بیرا اس کے معقول جواب کے علاوہ اس کی وجاہت سے مرعوب ہو

کر خاموش ہو گیا۔

چائے لاؤ۔ کیپٹن شکیل نے اسے آرڈر دیا اور بیرہ آداب بجا کر چلا گیا۔

اب کیپٹن شکیل نے اطمینان سے ہال میں نظریں دوڑانی شروع کر دیں۔ اس نے ہال میں بیٹھے ہوئے تقریباً ہر شخص کو اچھی طرح دیکھا لیکن جولیا کے بتائے ہوئے حلیے کے مطابق وہاں کوئی غیر ملکی نظر نہ آیا اس نے سوچا شاید مطلوبہ آدمی ابھی تک نہ آیا ہو۔ اتنے میں بیرے نے چائے کے برتن اس کی میز پر لا کر رکھ دئیے کیپٹن شکیل نے چائے بنائی اور آہستہ آہستہ پینی شروع کر دی اس کی میز ہال میں ایسے رخ پر تھی جہاں سے سارے ہال کے علاوہ ہال میں داخلے کا گیٹ بھی صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ اطمینان سے بیٹھا چائے پی رہا تھا کہ اسے گیٹ سے صفدر اندر داخل ہوتا دکھائی دیا۔ صفدر بغیر میک اپ کے تھا اور براؤن رنگ کا سوٹ پہنے ہوئے تھا کیپٹن شکیل اسے دیکھ کر آہستہ سے مسکرا دیا صفدر نے اس پر ایک اچٹتی سوئی نظر ڈالی۔ اور پھر کاؤنٹر کی طرف مڑ گیا کیوں کہ کوئی میز خالی نظر نہیں آ رہی تھی۔ کیفے کی انتظامیہ نے گاہکوں کی سہولت کے لئے کاؤنٹر کے پاس دو تین سٹول رکھے ہوئے تھے جہاں بیٹھ کر آرام سے چائے پی جا سکتی تھی۔ صفدر بھی ایک سٹول پر بیٹھ گیا۔ کیپٹن شکیل چائے پیتے پیتے اچانک چونکا۔ کیوں کہ جولیا کے بتلائے ہوئے حلیے کے عین [illegible] غیر ملکی ہال

میں داخل ہو رہا تھا کیپٹن شکیل پہلی ہی نظر میں بھانپ گیا کہ وہ غیر ملکی پلاسٹک میک اپ میں تھا۔ اس نے دل میں سوچا کہ معاملہ کچھ زیادہ ہی [illegible] ہوا نظر آتا ہے اور پھر اسے معلوم تھا کہ ایکسٹو چھوٹے چھوٹے کاموں میں دخل اندازی نہیں کیا کرتا۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی لمبا چکر ہے اچانک وہ ایک بار پھر چونک پڑا جب اس نے غیر ملکی کو اپنی طرف آتے دیکھا لیکن وہ اطمینان سے بیٹھا چائے کی چسکیاں لیتا رہا وہ غیر ملکی اس کی میز کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک نظر میز پر پڑے ہوئے ریزرو کارڈ پر ڈالی۔ اور پھر کیپٹن شکیل کو دیکھا۔ کیپٹن شکیل سمجھ گیا کہ وہ اتفاق سے اسی غیر ملکی کی ریزرو کردہ میز پر آن بیٹھا ہے۔

معاف کیجیے کیا یہ آپ کے لیے ریزرو ہے۔ کیپٹن شکیل نے کھڑے ہو کر پوچھا۔

جی ہاں آپ کو کوئی اعتراض ہے۔ غیر ملکی نے چڑچڑے لہجے میں جواب دیا۔

کیپٹن شکیل سمجھ گیا کہ یہ غیر ملکی کچھ چڑچڑے مزاج کا مالک ہے صورت سے وہ ایک فلاسفر نظر آتا تھا اس کے سر پر پھیلا ہوا گنج بتاتا تھا کہ وہ کچھ زیادہ ہی غور و فکر کا عادی ہے۔

معاف کیجیے۔ چونکہ ہال میں کوئی میز خالی نہیں تھی اس لئے میں یہاں بیٹھ گیا۔ اگر آپ کو کوئی اعتراض ہے تو میں اٹھ جاتا ہوں۔ کیپٹن شکیل نے انتہائی

خلیقانہ لہجے میں کہا۔

اس غیر ملکی نے کیپٹن شکیل کو غور سے دیکھا اور پھر بولا۔

خیر آپ چائے پی رہے ہیں۔ اس لئے میری طرف سے اجازت ہے کہ آپ جب تک چائے نہ پی لیں یہاں بیٹھ سکتے ہیں۔

تو پھر آپ تشریف رکھیئے۔ کیپٹن شکیل نے کرسی کھینچ کر دیتے ہوئے کہا۔

اور وہ غیر ملکی اس کرسی پر بیٹھ گیا۔

میرا نام مسعود شاہد ہے۔ کیپٹن شکیل نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

مجھے ڈاکر اڈگر کہتے ہیں۔ اس غیر ملکی نے بھی جواباً اپنا تعارف کرایا۔

کیپٹن شکیل نے ایک نظر اس ریزرویشن کارڈ پر ڈالی تو اس پر بھی ڈاکٹر اڈگر کا نام لکھا نظر آیا۔ اتنے میں بیرے نے آکر ریزرویشن کارڈ میز سے اٹھا کر نیچے رکھ دیا۔

آپ کے لئے کیا منگواؤں۔ کیپٹن شکیل نے اخلاقاً پوچھا۔

آپ اپنی چائے پیجئے اور چلتے پھرتے نظر آیئے مجھ سے زیادہ بے تکلف ہونے کی کوشش مت کیجئے۔

ڈاکٹر اڈگر نے روکھا سا جواب دیا اور کیپٹن شکیل کی آنکھوں میں ناگواری کے اثرات نظر آنے لگے وہ خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو رہا لیکن اس نے چائے پینے کی رفتار اور بھی کم کر دی۔

ڈاکٹر اڈگر نے بیرے کو ایک پیگ وہسکی لانے کا آرڈر دیا اور بیرہ آرڈر کی تعمیل کرنے کے لئے واپس چلا گیا۔

ڈاکٹر اڈگر نے ہال میں چاروں طرف نظریں دوڑانی شروع کر دیں وہ کچھ اکتایا اکتایا سا محسوس ہو رہا تھا۔

کیپٹن شکیل نے سوچا کہ نہ جانے ایکسٹو اس کے متعلق کون سی تفصیلات چاہتا ہے اسے اچھی طرح احساس ہو گیا کہ اس غیر ملکی میں خوش اخلاق جیسا مادہ اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں کیا۔ اور اس سے کوئی بعید نہیں تھا کہ کیپٹن شکیل کو چائے پینے کے بعد اٹھنے پر مجبور کر دیتا اس طرح اس کا کام بہت مشکل ہو جاتا ہال میں کوئی اور میز خالی نہ تھی اس کے ذہن میں وہاں بیٹھے رہنے کی ایک ترکیب آ گئی۔ اور اس نے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا اب وہ مطمئن تھا کہ وہ غیر ملکی اسے وہاں سے نہیں اٹھا سکتا چائے کی پیالی تقریباً ختم ہونے والی تھی۔ اتنے میں بیرے نے ڈاکٹر کے سامنے وہسکی کا پیگ لا کر رکھ دیا۔

کیپٹن شکیل نے اسے ایک چائے اور لانے کے لئے کہا۔

دوسری چائے کا آرڈر سن کر ڈاکٹر چونک پڑا اس نے غصے بھری نگاہوں سے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھا اور کہا۔

اس کا [illegible]

کس کا جناب، کیپٹن شکیل نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

آپ دوسری چائے کیوں منگوا رہے ہیں۔

ڈاکٹر کی آواز میں غصہ نمایاں تھا۔

آپ کو کوئی اعتراض ہے۔

کیپٹن شکیل نے قدرے مسکراتے ہوئے کہا،

آپ دوسری چائے نہیں منگوا سکتے۔ اگر آپ نے پینی ہے تو کہیں اور جا کر پیئں۔

محترم آپ نے خود مجھے اس وقت تک بیٹھنے کی اجازت دی ہے جب تک میں چائے پیتا رہوں اب یہ میری مرضی کہ میں ایک چائے پیوں یا دس چائے۔

کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

آپ میری اجازت سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں آپ کو میز خالی کرنا پڑے گی ورنہ میں منیجر کو بلواتا ہوں۔ ڈاکٹر اب پورے غصے میں تھا

جناب آپ وعدہ کر چکے ہیں اس لیے چپکے سے بیٹھے رہیں ورگرنہ اگر میں چاہوں تو ساری عمر یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔ دیکھتا ہوں منیجر میرا کیا بگاڑے گا۔

کیپٹن شکیل کو بھی غصہ آگیا۔

اتنے میں بیرہ چائے لے کر پہنچ گیا۔

ڈاکٹر کیپٹن شکیل کا جواب سن کر چراغ پا ہو گیا۔ اس نے غصے سے دھاڑتے ہوئے بیرے سے منیجر کو بلانے کے لئے کہا۔

کیپٹن شکیل نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ اور چپکے سے چائے بنانے لگ گیا۔

بیرہ ایک لمحے کے لیے حیرت سے کھڑا ڈاکٹر کو دیکھتا رہا۔

"جاؤ" ڈاکٹر دھاڑا اور بیرہ جلدی سے واپس چلا گیا۔

کیپٹن شکیل چائے بنا کر اطمینان سے پینے لگا۔

چند منٹ بعد منیجر بیرے کے ساتھ تیزی سے ادھر آتا نظر آیا۔ ڈاکٹر کے قریب پہنچ کر وہ تھوڑا جھکا اور بولا

فرمایئے۔

ان صاحب کو میری میز سے اٹھوایئے میں اس میز پر کسی اور کی موجودگی برداشت نہیں کر سکتا۔

ڈاکٹر نے زور دار آواز میں چیخ کر کہا اس کی آواز سن کر ارد گرد بیٹھنے والے افراد بھی اس بات میں دلچسپی لینے لگے۔

منیجر نے بڑے مودبانہ لہجے میں کیپٹن شکیل کو مخاطب کیا۔

جناب یہ میز ان صاحب کے نام ریزرو ہے اس لیے انہیں حق ہے کہ وہ یہاں کسی کو بیٹھنے دیں یا نہیں۔

کیپٹن شکیل نے چائے کی پیالی میز پر رکھتے ہوئے رومال سے منہ پونچھا اور پھر منیجر سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

میں تسلیم کرتا ہوں منیجر صاحب کہ یہ میز ڈاکٹر صاحب کے نام ریزرو ہے اور انہیں حق پہنچتا ہے کہ وہ اس میز پر کسی کو بیٹھنے دیں یا نہیں۔ لیکن یہاں ایک اور مسئلہ موجود ہے ان کے آنے سے پہلے میں اس میز پر آ بیٹھا تھا کیوں کہ ہال میں کوئی اور میز خالی نہیں تھی بیرے نے مجھے ریزرویشن کی اطلاع دی لیکن میں نے اسے کہا کہ ان صاحب کے بعد میں اٹھ جاؤں گا۔ جب یہ صاحب آئے تو میں چائے پی رہا تھا۔ انہوں نے مجھے اس وقت تک بیٹھنے کی اجازت دی جب تک میں چائے پی نہ لوں چنانچہ میں چائے پینے تک یہاں بیٹھ گیا۔ اب میں نے دوسری چائے طلب کر لی ہے ان کی اجازت ہے کہ میں جب تک چائے پیتا رہوں گا اور بیٹھا رہوں اس لئے اب میری مرضی کہ میں ایک چائے پیئوں یا دس ان کو مجھے روکنے کا کوئی حق نہیں۔

کیپٹن شکیل نے تفصیل سے ساری بات منیجر کو بتا دی۔

اب منیجر بھی شش و پنج میں پڑ گیا کیوں کہ یہاں تو معاملہ ہی اور بن گیا تھا اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ کہ اب وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے اس نے بے بسی سے ڈاکٹر کی طرف دیکھا۔

ان صاحب کو میری میز سے ہر حالت میں اٹھنا پڑے گا۔ میں اس سلسلے میں کچھ اور نہیں سننا چاہتا۔

ڈاکٹر دھاڑا۔

لیکن کیپٹن شکیل اطمینان سے چائے پیتا رہا۔

لوگ اب اس دلچسپ معاملے میں بھرپور دلچسپی لینے لگے چند منچلے نوجوان تو ان کی میز کے گرد بھی آ کر کھڑے ہوئے۔

صاحب آپ ہی مان جائیے میں آپ کے بیٹھنے کا کوئی اور انتظام کر دیتا ہوں منیجر نے آخر ایک تجویز پیش کی۔

ہاں اس صورت میں میں اس میز کو خالی کر دوں گا اگر آپ میرے بیٹھنے کا کوئی اور انتظام کر دیں اور وہ بھی ہال میں ورنہ میں ساری رات یہاں بیٹھا چائے پیتا رہوں گا۔ اور دیکھوں گا کہ مجھے یہاں سے کون اٹھاتا ہے کیپٹن شکیل نے منیجر کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

بہتر ہے۔ منیجر نے کہا اور بیرے سے مڑ کر ہال کے ایک کونے میں سپیشل میز لگانے کو کہا چند ہی منٹ بعد ہال کے کونے میں میز لگا دی گئی اور کیپٹن شکیل وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔

شکریہ ڈاکٹر صاحب آپ کے ساتھ میرا اچھا وقت گذرا۔

یہ کہہ کر وہ اس سپیشل میز کی طرف چلا گیا۔

اور ڈاکٹر اسے خون آمیز نظروں سے دیکھتا رہ گیا۔

کیپٹن شکیل وہاں سے اٹھ کر دوسری میز پر جا کر بیٹھ گیا اس نے سوچنا شروع کر دیا کہ اب کیا کرے غیر ملکی کے نام کا تو اسے پتہ چل گیا لیکن اس کے متعلق دوسری تفصیلات کے لئے اسے کا پیچھا کرنا پڑے گا اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ڈاکٹر وہاں سے اٹھے چنانچہ وہ اطمینان سے وہاں بیٹھا رہا۔ اسے وہاں بیٹھے تھوڑی ہی دیر گزری تھی ایک اور غیر ملکی اسے ڈاکٹر کی میز کی طرف بڑھتا نظر آیا۔ اور پھر وہ اس غیر ملکی کی میز پر بیٹھ گیا اس کے لئے بیرہ وہسکی کا ایک پیگ لایا اور انہوں نے آہستہ آہستہ باتیں کرنا شروع کر دیں کیپٹن شکیل چونکہ وہاں سے کافی دور بیٹھا تھا اس لئے ان کی باتیں نہ سن سکا جس کا اسے بے حد افسوس ہوا اور اس معاملے میں وہ بے بس تھا اب اس کی سمجھ میں ڈاکٹر کا رویہ آیا۔ کہ ڈاکٹر اسے میز سے اٹھوانے پر کیوں مصر تھا۔ اس نے سوچا کہ کسی طرح اس کی باتیں سننی چاہئیں چنانچہ وہ کچھ سوچ کر اٹھ کھڑا ہوا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا ڈاکٹر کی میز کے قریب سے گزرا۔ میز کے نزدیک سے گزرتے ہوئے اس نے اپنے کان کھڑے کئے اس کے کان میں صرف ایک لفظ پڑا جو اس کی سمجھ میں بالکل نہ آیا وہ لفظ "سابولیٹ" تھا وہ ان کے پاس سے گزرتا چلا گیا اور سیدھا باتھ روم

کی طرف بڑھ گیا ڈاکٹر اسے میز کے قریب سے گزرتا دیکھ کر چپ ہو گیا۔ جب کیپٹن شکیل باتھ روم کی طرف مڑ گیا تو اس نے دوبارہ کاندھے جھٹک کر باتیں شروع کر دیں۔ کیپٹن شکیل چند لمحے بعد واپس آیا لیکن اس وقت دونوں چپ ہو رہے اس لئے وہ میز پر آ کر بیٹھ گیا اب وہ اس وقت کا انتظار کرنے لگا جب وہ اٹھ کر جائے۔

رات کے تقریباً ساڑھے بارہ بجے تھے سردی اپنے پورے زوروں پر تھی ماحول پر سکوت چھایا ہوا تھا وزارت خارجہ کی بلند و بالا اور وسیع و عریض عمارت خاموشی میں ڈوبی کھڑی تھی کبھی پہرے داروں کے چلنے کی آواز سکوت میں ہلکا سا ارتعاش پیدا کر دیتی تھیں۔ وزارت خارجہ کی حفاظت کا انتظام ملٹری کے سپرد تھا کیوں کہ اس عمارت میں ملک کے کئی اہم ترین خفیہ راز تھے جن کا افشا ہو جانا ملک کے لئے

ایک بھیانک اور خطرناک صورتحال پیدا کر سکتا تھا ملٹری کے سپاہی تمام رات عمارت کے چاروں طرف مشین گنوں سے مسلح ہو کر پہرہ دے رہے تھے۔ افرادی حفاظت کے علاوہ ریکارڈ روم کو جدید ترین سائنسی آلات سے بھی مزین کیا گیا تھا۔ چنانچہ ان آلات اور افرادی حفاظت کی وجہ سے یہ یقین کر لیا گیا تھا کہ متعلقہ حکام کی اجازت کے بغیر ریکارڈ روم میں کوئی چڑیا تک نہیں گھس سکتی تھی آج رات بھی حسب معمول ملٹری کے سپاہی عمارت کے اندر اور اردگرد پہرہ دے رہے تھے۔

عمارت سے تھوڑی دور ایک چوراہا تھا۔

چوراہے کے نزدیک ایک تھوڑی سی جگہ خالی پڑی تھی۔ جہاں حکومت کا کوئی دفتر بنانے کا ارادہ تھا۔ یہ جگہ ایسے رخ پر واقع تھی کہ جہاں پر اگر کوئی کار وغیرہ روک دی جائے تو وزارت خارجہ کی عمارت پر گشت کرتے ہوئے سپاہیوں کو نظر نہیں آ سکتی تھی۔ اچانک اندھیرے کی دیوار کو چیرتی ہوئی چار سبز رنگ کی کاریں اس خالی جگہ پر آ کر رک گئیں ان کی ہیڈ لائٹس بند تھیں۔ اور کاروں میں یقیناً کوئی اعلیٰ اور نفیس قسم کے سائیلنسر فٹ تھے جس وجہ سے ان کے چلنے سے ذرا برابر بھی آواز پیدا نہیں ہوئی تھی چاروں کاریں جیسے ہی وہاں آ کر رکیں ہر کار میں سے چار چار آدمی اترنے شروع ہو گئے۔ ان سب نے سیاہ رنگ کے لباس پہنے ہوئے تھے منہ پر بھی

سیاہ نقاب لگے ہوئے تھے جن کی وجہ سے وہ تاریکی کا ہی ایک جزو
معلوم ہو رہے تھے انہوں نے ہاتھوں میں چھوٹی چھوٹی نالیوں والے بے
ڈھنگے سے ہتھیار سنبھالے ہوئے تھے وہ ایک ایک کر کے وزارت خارجہ
کی عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔ آگے جانے والے صرف بارہ آدمی تھے۔ چار
آدمی وہیں کاروں کے پاس رک گئے تھے۔ وزارت خارجہ کی عمارت سے
چند گز دور وہ سارے رک گئے پھر چار آدمی عمارت کے سامنے کی طرف
مڑ گئے اور باقی آدمی عمارت کی پچھلی جانب چلے گئے وہ شاید پورا انتظام
اور پروگرام بنا کر آئے تھے۔ عمارت کے سامنے ایک بڑی بلڈنگ کے برآمدے
میں چلے گئے اور انہوں نے ستونوں کی آڑ لے لی۔ وہ ہتھیار ہاتھوں
میں تھامے خاموش [illegible] سے تھے۔ باقی آدمی عمارت کی پچھلی طرف پہنچ گئے
ان میں سے چار آدمی عمارت سے کچھ دور ایک درخت کے پاس جا کر رک
گئے اور بقیہ چار آدمی عمارت کی دیوار کے پاس پہنچ گئے۔ ہر طرف مکمل سکوت
چھایا ہوا تھا عمارت کی دیوار کے پاس کھڑے ہوئے ایک آدمی نے جیب
سے ایک چپٹا سا بکس نکالا اور اس میں سے ایک تار کھینچی اور اس تار
کو کنکریٹ سے بنی ہوئی موٹی دیوار کے ساتھ لگا دیا ایک ہلکا سا شعلہ
لپکا دیوار میں بجلی کا کرنٹ دوڑ رہا تھا اسی تار کے لگنے سے اس کا فیوز
اڑ گیا کیوں کہ دوبارہ وہ تار دیوار سے لگانے سے کچھ نہ ہوا اب اس شخص

نے بکس سے دوسری تار نکالی اور پہلی تار کے سرے سے
دوسری تار کا سرا جوڑ دیا اور پھر انہیں ہاتھ سے پکڑ کر
دیوار کے ساتھ لگا دیا اس نے بکس کے اوپر لگے ہوئے ایک
چھوٹے سے بٹن کو دبایا بکس سے ہلکی سی زوں زوں کی آواز آنے
لگی۔ اور کنکریٹ کا دیوار کا وہ حصہ جہاں وہ تار لگی ہوئی تھی
موم کی طرح پگھلنے لگا۔ یہ ان طاقتور ایٹمی شعاعوں کا نتیجہ تھا۔
جو اس بکس سے نکل رہی تھیں چند ہی منٹ میں دیوار کا کافی بڑا
حصہ غائب ہو گیا۔ اب وہاں ایک خلا تھا جس سے ایک آدمی آسانی
سے اندر گھس سکتا تھا۔ اس شخص نے بٹن بند کیا اور تاروں کے
سرے علیحدہ کر کے انہیں دوبارہ بکس میں دھکیل دیا۔ اور پھر بکس کو جیب
میں ڈال کر وہ سوراخ سے اندر گھس گیا۔ اس کے بعد دو آدمی اور اندر
چلے گئے ایک آدمی سوراخ کے باہر کھڑا رہ گیا تینوں کے اندر جانے کے
بعد اس نے سیاہ رنگ کا بڑا سا کپڑا نکالا اور سوراخ پر ڈال دیا
ب وہ سوراخ محسوس نہیں ہوتا تھا۔ دیوار کی پرلی طرف گھاس
کا ایک چھوٹا سا پلاٹ تھا وہ تینوں گھاس میں لیٹ گئے پلاٹ کے
سامنے ایک کاریڈور تھا وہ تینوں آہستگی سے رینگتے ہوئے کاریڈور
کی طرف بڑھنے لگے اچانک وہ رک گئے کیوں کہ گشتی سپاہیوں کے

ادھر آنے کی آواز سنائی دی وہ تینوں دم سادھے گھاس میں لیٹے رہے
دو سپاہی ہاتھوں میں مشین گنیں لئے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کاریڈور
کے پاس سے گزرے وہ آہستہ آہستہ آپس میں باتیں کر رہے تھے انہوں
نے اچٹتی ہوئی ایک نظر اِدھر اُدھر ڈالی اور پھر مطمئن ہو کر آگے بڑھ
گئے ان کی نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد وہ تینوں آہستہ سے اٹھے
اور پھر بے آواز قدموں سے چلتے ہوئے گھاس کا پلاٹ عبور کر گئے اب
وہ کاریڈور میں تھے۔ کاریڈور میں تین کمروں کے دروازے نظر آ رہے
تھے وہ درمیان والے دروازے کے پاس جا کر رک گئے ان میں سے ایک
نے جو ان کا انچارج معلوم ہوتا تھا جیب سے وہی بکس نکالا اور ایک تار
کھینچ کر دروازے کے آٹومیٹک لاک سے لگا دی یہاں بھی ایک شعلہ
سا لپکا دوسری بار کچھ نہ ہوا اس نے پہلے والا عمل یہاں بھی دہرایا
اور آٹومیٹک لاک موم کی طرح پگھل گیا اس نے ہلکے سے دباؤ سے دروازہ
کھول دیا۔ دروازے کے اندر پردے لٹکے ہوئے تھے دروازے اور پردوں
کے درمیان ایک پائیدان پڑا ہوا تھا اس نے جیب سے ایک ماچس نکالی
اور اس سے ایک تیلی نکال کر پائیدان پر اچھال دی ایک نیلے رنگ کا
شعلہ اٹھا۔ اور تیلی بھک سے اڑ گئی ظاہر تھا اگر ان میں سے کسی کا پیر
پائیدان پر پڑ جاتا تو اس کا بھی وہی حشر ہوتا جو اس تیلی کا ہوا تھا

اس نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر جیب سے ایک پنسل ٹارچ
نکال لی۔ اور پھر روشنی کا ایک باریک سا نقطہ پائیدان کے ارد گرد
پڑنے لگا چند ہی سیکنڈ میں پائیدان سے لگی ہوئی تاریں اسے دکھائی
دیں اس نے اطمینان کا ایک لمبا سانس لیا اور جیب سے کٹر نکال کر
وہ تاریں کاٹ دیں یہ دراصل بجلی نہیں بلکہ حال میں ہی دریافت شدہ
ساؤنڈ ریز تھیں۔ اس نے ایک اور تیلی پائیدان پر اچھال لیکن کچھ نہ ہوا
اور تیلی صحیح سالم وہاں پڑی رہی اس نے پائیدان پر قدم رکھ دیا اور پھر
پردے اٹھا کر اندر گھس گیا۔ باقی دو آدمی بھی اندر گھس گئے دروازہ
دوبارہ بند کر دیا گیا یہ دراصل کمرہ نہیں بلکہ ایک اور کاریڈور تھا جس
میں مختلف آفیسروں کے دفتروں کے دروازے تھے ہر دروازے پر لکڑی کی
تختیوں پر ان آفیسروں کے نام اور عہدے درج تھے وہ آہستہ آہستہ
چلتے ہوئے کاریڈوروں سے گزرنے لگے آخری کونے میں ایک بڑا سا
دروازہ تھا جو کہ تمام کا تمام لوہے کا بنا ہوا تھا یہ ریکارڈ روم تھا اس
شخص نے جیب سے ایک چپٹا سا پستول نکالا اور اس کا رخ دروازے
کی طرف کر کے ٹریگر دبایا پستول کی نالی سے ایک باریک سی سرخ رنگ
کی شعاع نکلی اور جیسے ہی وہ دروازے پر پڑی کاک کی آواز آئی اور
دروازے پر لگا ہوا خفیہ میکنزم کا نظام ٹوٹ گیا یہ وزارت خارجہ والوں کا

بہترین نظام تھا۔ یہ دراصل سپر آبو ریز کا نظام تھا یہ نظر نہ آنے والی
شعاعیں دروازے پر مسلسل پڑتی رہتی تھیں اور جیسے ہی کوئی آدمی اس
نظام کو بند کیے بغیر اس دروازے کو ہاتھ لگاتا تمام عمارت میں گھنٹیاں سے
بجنے لگیں اور ہر شخص چوکنا ہو جاتا ان شعاعوں کا سوائے وائی ریز کے اور
کوئی توڑ نہیں تھا۔

وائی ریز ہی ایسی ریز تھی جو ان شعاعوں کا نظام توڑ سکتی تھیں اور
یہ وائی ریز بھی ابھی حال ہی میں ایجاد ہوئی تھیں اس لیے سپر آبو شعاعوں
کا نظام حفاظت کا جدید ترین اور ناقابل تسخیر نظام سمجھا جاتا تھا لیکن مجرم
پوری تیاری سے آئے تھے انہیں یہاں کے ہر نظام کے متعلق علم تھا اور ہر
نظام کا توڑ ان کے پاس تھا چنانچہ انہوں نے وائی ریز کے استعمال سے
اس جدید ترین حفاظتی نظام کو ختم کر دیا اس شخص نے جیب سے وہی بکس
نکالا اور اس کی تار سے اس دروازے کا لاک بھی ٹوٹ گیا انہوں نے جھٹکے
سے دروازہ کھول دیا اندر ایک اور دروازہ تھا اس وائی ریز سے اس
دروازے کا نظام بھی ختم کیا گیا۔ اب وہ مطمئن تھے۔ چند ہی لمحوں بعد وہ ریکارڈ
روم کے [illegible] تھے۔ چاروں طرف لوہے کی مضبوط الماریاں تھیں جن
میں آٹومیٹک لاک لگے ہوئے تھے سب الماریوں کے اوپر نمبر لگے ہوئے تھے
اس شخص نے پنسل ٹارچ کی مدد سے ہر الماری کے نمبر چیک کیے لیکن شاید

اس کا مطلوبہ نمبر اسے نظر نہ آیا روشنی کا چھوٹا سا دائرہ چاروں طرف گھوم
رہا تھا۔

اچانک روشنی کا دائرہ دیوار میں لگے ہوئے ایک سوئچ بورڈ پر رک گیا۔
جس پر روشنی اور پنکھے کے بٹن فٹ تھے۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا اس
سوئچ بورڈ کے پاس پہنچا وہ ایک ایک بٹن کو غور سے دیکھتا رہا اچانک
اس کی نظریں بورڈ پر پڑے ہوئے سرخ بٹن پر پڑیں اس نے آہستہ سے اس
بٹن کو دبایا بٹن کے دبتے ہی بورڈ کے نیچے کی دیوار اپنی جگہ سے کھسک گئی۔
اس کے اندر ایک الماری بنی ہوئی تھی جس پر سرخ رنگ کا کراس بنا ہوا
تھا۔ سرخ رنگ کا کراس دیکھتے ہی اس کی آنکھیں اندھیرے میں چمکنے لگیں۔
شاید یہ خوشی کی وجہ تھی اس نے جیب سے وہی چپٹا سا پستول نکالا اور
الماری کی طرف اس کا رخ کر کے ٹریگر دبا دیا سرخ رنگ کی باریک شعاع
اس میں سے نکلی اور ہلکی سی کلک کی آواز سے الماری پر لگا ہوا سپر آبو شعاعوں
کا نظام بھی ختم ہو گیا۔ اس نے اس بکس کی مدد سے اس الماری کو بھی کھول لیا۔
اس کے اندر سبز رنگ کی فائل تھی اس نے لپک کر وہ فائل اٹھا لی۔ لیکن ہر
ممکن احتیاط کے باوجود یہاں وہ مار کھا گیا کیونکہ اس فائل پر بھی سپر آبو
نظام فٹ کیا گیا تھا شاید یہ فائل بہت ہی زیادہ اہم تھی اس شخص کو شاید
فائل دیکھ کر ہی اتنی خوشی ہوئی تھی کہ اس نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوڑ

دیا یا شاید اس فائل پر لگے ہوئے اس نظام کے متعلق علم نہیں تھا۔ چنانچہ
جیسے ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر فائل اٹھائی پوری عمارت گھنٹیوں کی آواز سے
گونجنے لگی۔ وہ تینوں بُری طرح چونک پڑے انہوں نے فائل لی اور بھاگ کر ریکارڈ
روم کے دروازے سے باہر آگئے۔ اب پوری عمارت میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔
سیٹیوں پر سیٹیاں بجنے لگیں اور پھر اچانک پوری عمارت اچانک برقی روشنی
سے جگمگانے لگی یہ ان کے لئے اور بھی خطرناک بات تھی وہ کاریڈور میں
بھاگنے لگے۔ انہوں نے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ہتھیاروں کے رُخ آگے کی
طرف کر دیئے اچانک کاریڈور کے سامنے والا دروازہ زور سے کھلا اور اس
سے پہلے کہ ان پر گولیوں کی بوچھاڑ ہوتی انہوں نے پھرتی سے اپنے ہتھیاروں کے
ٹریگر دبا دیئے۔ ان کے ہتھیاروں کی نالیوں سے بوچھاڑ کی طرح چھوٹے چھوٹے
راکٹ دروازے پر گرنے لگے۔ پھر لگاتار دھماکے ہوئے کئی چیخیں بلند ہوئیں
اور وہ دروازہ بھک سے اُڑ گیا انہوں نے ایک بوچھاڑ کاریڈور میں لگے ہوئے
بلبوں پر کی اور وہاں تاریکی چھا گئی وہ تینوں بھاگ کر دروازے سے باہر نکلے
جیسے ہی وہ باہر نکلے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی ان میں سے ایک کی
کراہ بلند ہوئی اور نیچے گر پڑا باقی دو بھاگ کر ستونوں کی آڑ میں ہو گئے اب
عمارت کے چاروں طرف گولیاں چلنے کی آوازیں آنے لگیں مجرموں کے ساتھیوں
نے بھی صورتحال دیکھ کر حملے شروع کر دیئے وہ دونوں عمارت کے ستونوں

کی آڑ لیتے ہوئے گھاس کے پلاٹ تک پہنچ گئے اور پھر وہ دونوں زمین پر گر
پڑے اور رینگتے ہوئے دیوار میں سے ہوتے ہوئے سوراخ کی طرف تیزی سے
جانے لگے سپاہیوں کی نظریں ابھی تک ان دونوں پر نہیں پڑی تھیں وہ رینگتے
ہوئے دیوار کے قریب پہنچ گئے اچانک عمارت پر لگی ہوئی بڑی سرچ لائٹ
روشن ہو گئی اب وہ پلاٹ برقی روشنی سے جگمگا رہا تھا باہر کھڑے ہوئے
ملزم نے سوراخ سے کپڑا ہٹا لیا تھا وہ دونوں بھاگ کر سوراخ سے باہر نکل
جانے میں کامیاب ہو گیا مگر دوسرے کو کسی سپاہی کی چلائی ہوئی گولی چاٹ گئی
اور وہ عین سوراخ کے درمیان گر پڑا تھا دیوار کی پرلی طرف ابھی خاموشی چھائی
ہوئی تھی فائل والا ملزم سوراخ سے نکل کر سڑک کے دوسرے کنارے
کی طرف بھاگنے لگا

عمارت کے اندر اب بھی گولیاں چل رہی تھیں باہر کھڑے ہوئے ملزم بھی
اپنی کاروں کی طرف بھاگنے اچانک ان پر گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی اب سپاہی
اس سوراخ سے نکل کر ان پر گولیاں برسا رہے تھے انہوں نے بھی پلٹ کر ان
پر گولیوں کی بوچھاڑ کر ڈالی ان میں سے تین سپاہیوں کی چیخیں فضا میں
گونجیں اور ادھر ان کے دو آدمی بھی زمین پر گر پڑے۔ باقی بھاگتے ہوئے ایک
گلی میں گھس گئے

اب عمارت کے چاروں طرف واقع عمارتوں کی بتیاں جلنے لگ گئیں شاید

گولیوں کی آواز سے سب لوگ جاگ پڑے تھے۔ سب ملزم مختلف گلیوں سے ہوتے ہوئے اپنی کاروں تک پہنچ گئے۔ ان میں سے بھی دو کم ہو چکے تھے شاید انہیں گولیاں لگ گئی تھیں۔ تینوں کاریں بھی سٹارٹ ہو کر چل پڑیں تینوں کاریں چوک سے مختلف راستوں پر مڑ گئیں پہلی کار تو کافی پہلے نکل چکی تھی۔ جب تک پولیس کی گاڑیاں وہاں تک پہنچیں ملزموں کی کاریں غائب ہو چکی تھیں ملزم اپنے چند آدمیوں کی قربانی دے کر اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکے تھے اور پولیس ہاتھ ملتی رہ گئی۔ وزارت خارجہ کی اہم ترین فائل ملزموں کے پاس پہنچ گئی تھی۔

کیپٹن شکیل ابھی اس انتظار میں بیٹھا تھا کہ ڈاکٹر اڈگر اٹھ کر باہر جائے تو وہ اس کا تعاقب کرے کہ ڈاکٹر اڈگر کا ساتھی اپنی میز سے اٹھ کر تیزی سے کیپٹن شکیل کی طرف آیا۔ کیپٹن شکیل نے اسے اپنی طرف آتے دیکھا اس کے چہرے پر ابھرنے والے آثار کچھ اچھے دکھائی نہیں دے رہے تھے لیکن کیپٹن شکیل اطمینان سے بیٹھا رہا۔ وہ غیر ملکی تیزی سے کیپٹن شکیل کے پاس آیا اور تیز لہجے میں بولا۔

کیوں مسٹر یہ کیا حرکت تھی۔

کون سی جناب؟

کیپٹن شکیل نے انجان بنتے ہوئے پوچھا حالانکہ وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ وہ ڈاکٹر آڈگر کے متعلق گزرے ہوئے واقعے کے بارے پوچھ رہا ہے۔

ابھی آپ نے ڈاکٹر صاحب کی توہین کی ہے۔

آپ ڈاکٹر صاحب کے کیا لگتے ہیں۔

اس سے آپ کو کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیئے آپ میری بات کا جواب تو دیجیئے۔ اس غیر ملکی کے لہجے میں اور بھی تیکھا پن آگیا۔

اب کیپٹن شکیل کو بھی غصہ آنے لگا۔ اس نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

آپ ہوش میں رہ کر بات کریں۔

لیکن کیپٹن شکیل کا فقرہ ختم ہونے سے پہلے اس غیر ملکی کا ہاتھ گھوم گیا۔ کیپٹن شکیل اچھل کر کھڑا ہو گیا اس نے غیر ملکی کا مکہ اپنے ہاتھ پر روکا اس غیر ملکی کی اس حرکت سے اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا اس نے ہلکا سا ہاتھ اس غیر ملکی کے رسید کر دیا۔ لیکن اس ہلکے سے ہاتھ کا ردِ عمل انتہائی شدید ہوا نجانے اس ہلکے ہاتھ میں کتنی قوت پوشیدہ تھی کہ غیر ملکی اچھل کر دور فرش پر جا گرا اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کے منہ سے خون کی ہلکی سی لکیر بہہ نکلی اور وہ وہیں فرش پر ہاتھ پیر مارنے لگا شاید کیپٹن شکیل کے مکے سے

اس کے دماغ کی کوئی رگ پھٹ گئی تھی۔ چند لمحے تڑپنے کے بعد اس نے ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑ دیئے۔

لوگ اس واقعے سے گھبرا گئے تقریباً تمام لوگ اپنی اپنی میزوں سے اٹھ کھڑے ہوئے ڈاکٹر آڈگر بھی اپنی میز سے اٹھ کر تیر کی طرح کیپٹن شکیل کی طرف آیا جس کے چہرے پر وہی سپاٹ پن تھا جو اپنے مقابل کے لیئے چیلنج بن جایا کرتا تھا۔ اچانک کیپٹن شکیل کو اپنے بازو میں کوئی گرم چیز اترتی محسوس ہوئی وہ سمجھ گیا ہال میں سے کسی شخص نے اس پر فائر کیا تھا بس پھر کیا تھا اس کے غصے کا پارہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا اس نے لپک کر پاس پہنچے ہوئے ڈاکٹر کو پکڑا اور پھر ڈاکٹر اس کے سر سے بلند ہوتا گیا ڈاکٹر اس کے ہاتھوں میں کھلونے کی مانند معلوم ہو رہا تھا اس نے ڈاکٹر کو گھما کر زور سے ایک میز پر پٹخ دیا۔ ڈاکٹر کو اٹھانے اور گرانے کے وقفے میں ہی اس نے چیک کر لیا تھا کہ ہال میں دو شخص ایسے تھے جنہوں نے ریوالور نکال رکھے تھے وہ یقیناً ڈاکٹر کے ساتھی ہوں گے۔ کیپٹن شکیل نے جھپٹ کر میز الٹ دی۔ اور اس کی آڑ میں ہو گیا۔ دو گولیاں یکے بعد دیگرے میز کی سطح سے ٹکرائیں لیکن کیپٹن شکیل کو کوئی گزند نہ پہنچی پورے ہال میں بھگدڑ مچ گئی ہر طرف چیخ و پکار کی آوازیں آنے لگیں پورا ہال مچھلی بازار بنا ہوا تھا۔ کیپٹن شکیل نے جیب سے ریوالور نکال کر ایک فائر کیا اور ایک دیوار کے سہارے مورچہ پا کر لیٹ گیا۔ گولی شاید اس کے

پیٹ میں لگی تھی۔ ادھر صفدر نے صورتحال بگڑتے دیکھی تو اس نے
نکال لیا اور پھر دوسرے شخص کا ریوالور اس کے ہاتھ سے یوں اڑا لیا جیسے
تیر کمان سے۔

یہ صفدر کا کمال تھا۔ کیپٹن شکیل یہ دیکھ کر پھرتی سے اٹھا اس نے لپک
کر ڈاکٹر کو اٹھایا جو ابھی تک میز پر بے ہوش پڑا تھا اور تیر کی طرح مین
گیٹ کی طرف بھاگا۔ چند آدمیوں نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن صفدر نے
ہوائی فائر کر دیا۔

لوگ رک گئے اور کیپٹن شکیل بجلی کی سی تیزی کے ساتھ مین گیٹ پار کر گیا۔ صفدر
نے عقبی دروازے کا رخ کیا کیپٹن شکیل نے پھرتی سے ڈاکٹر کو اپنی کار میں ڈالا
اور پھر اس کی کار تیزی سے ہوٹل کے کمپاؤنڈ کو پار کر گئی۔ اس کی رفتار انتہائی
تیز تھی لیکن اچانک ایک موڑ مڑتے ہوئے اس کی نظر اپنے پیچھے آتی ہوئی ایک
کار پر پڑی وہ سمجھ گیا کہ تعاقب ہو رہا ہے یقیناً ڈاکٹر کے ساتھی پارکنگ شیڈ
میں بھی ہوں گے پہلے اس کا ارادہ ڈاکٹر کو لے کر دانش منزل کی طرف جانے کا
تھا لیکن اب اس نے ارادہ بدل لیا۔ اور پہلے تعاقب کرنے والوں سے دو دو
ہاتھ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے اپنی کار کا رخ ساحل سمندر کی طرف موڑ دیا۔
تاکہ ویران جگہ میں آرام سے ان سے نپٹ سکے۔ پچھلی کار اس کی کار سے زیادہ
تیز رفتار معلوم ہوتی تھی کیونکہ ان کا درمیانی فاصلہ تیزی سے کم ہوتا

جا رہا تھا۔ اس نے ایکسیلریٹر پر پورا دباؤ ڈال دیا۔ اور کار اپنی پوری
اسپیڈ پر بھاگنے لگی۔ لیکن اس کے باوجود فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا آخر
ایک سنسان سڑک پر پہنچ کر کیپٹن نے کار کی رفتار کم کر دی ابھی پچھلی کار
کافی دور تھی۔ کہ پستول کی گولی اس تک نہیں پہنچ سکتی تھی اس نے پھرتی
سے کار روکی اور نیچے سڑک کے کنارے کود گیا۔ وہاں لمبی لمبی گھاس تھی۔
وہ تیزی سے بھاگ رہے تھے۔ تاکہ کوئی جائے پناہ ڈھونڈے اور پھر
اطمینان سے مقابلہ کرے لیکن ابھی وہ چند ہی گز گیا تھا کہ اس کے ارد گرد
مشین گن کی گولیاں برسنے لگیں۔ مجرموں کی کار بھی اس کی کار کے
قریب رک گئی تھی۔ لیکن اس میں سے ابھی کوئی آدمی باہر نہیں آیا تھا وہ
کار کی کھڑکی سے ہی گولیاں برسا رہے تھے۔ کیپٹن شکیل نے پھرتی سے
ایک درخت کی آڑ لے لی تھی۔ گولیاں اس کے چاروں طرف برس رہی تھیں۔
لیکن وہ محفوظ تھا اچانک اس کے ذہن میں ایک اسکیم آئی اس نے ایک
دردناک چیخ ماری اور چپ کر گیا۔ تھوڑی دیر تک گولیاں برستی رہیں۔ پھر
اچانک رک گئیں چند لمحے بعد کار میں سے ایک شخص باہر نکلا کیپٹن شکیل
چپکا پڑا رہا وہ شاید یقین کرنا چاہتے تھے کہ آیا ان کا شکار ختم
ہو چکا ہے یا اس چیخ کے درپردہ کوئی چال ہے جب چند لمحے
کار میں سے تین اور آدمی بھی باہر اتر آئے۔ اب وہ

پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے کیپٹن شکیل کے ریوالور سے پہلی گولی چلی اور ایک شخص چیخ مار کر الٹ گیا گولی اس کی کھوپڑی توڑتی ہوئی نکل گئی تھی۔ کیپٹن شکیل نے یہ چال اپنی کار سے باہر نکالنے کے لیئے چلی تھی۔ جو کامیاب رہی۔ باقی تینوں فوراً زمین پر لیٹ گئے مشین گن پھر چلنے لگی۔

باقی دو کے ہاتھ میں پستول تھے کیپٹن شکیل نے ٹریگر دبا دیا۔

اور مشین گن والا بھی زمین پر تڑپنے لگا

اس کی مشین گن اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑی تھی۔

باقی دو نے یہ صورتحال دیکھ کر پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کی۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کار تک پہنچیں۔ کیپٹن شکیل کے پستول کی گولی ایک اور شخص کو چاٹ گئی لیکن دوسرا سیدھا کیپٹن شکیل کی کار کے کھلے ہوئے دروازے میں گھس گیا اور اس سے پہلے کہ کیپٹن شکیل اس کا کوئی تدارک کرتا لیکن کار تیزی سے سڑک پر بھاگنے لگی اس نے کار کے ٹائر پر گولی چلا دی لیکن خطا گئی اور کار چند ہی لمحوں میں نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ کیپٹن شکیل پھرتی سے مجرموں کی کار تک آیا لیکن کار خالی تھی۔ مجرم ڈاکٹر کو لے کر جا چکا تھا کیپٹن نے ان مردہ

دل کو اٹھا کر مجرموں کی کار میں ڈالا اور کار سٹارٹ کر کے شہر طرف موڑ دی شہر کے نزدیک اس نے کار روکی اور خود ٹیکسی پر سوار ہو کر دانش منزل چل دیا۔ وہ مجرموں کی کار لے کر دانش منزل میں جانا چاہتا تھا کہ کہیں مجرم اپنی کار کی وجہ سے ہیڈ کوارٹر کا نہ جان جائیں۔

صبح اعلیٰ سرکاری حلقے میں فائل گم
ہو جانے سے تہلکہ مچا ہوا تھا ٹیلیفون
پر ٹیلیفون ہو رہے تھے خود صدر مملکت
اس سلسلے میں پریشان تھے زیادہ دباؤ
وزارت خارجہ کی چوکیداری پر مقرر ملٹری
پولیس پر آرہا تھا لیکن وہ بھی مجبور تھا
کیوں کہ مجرموں نے ان کے سارے
سائنسی حربے ناکام کر دیئے تھے
مملکت نے فوراً ایک ہنگامی اجلاس
طلب کیا تاکہ فائل کے گم ہو جانے س

جو صورتحال پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے متعلق غور کیا جائے تقریباً ایک
گھنٹے کے بعد پریذیڈنٹ ہاؤس میں میٹنگ ہو رہی تھی جس میں ملک کے
بڑے بڑے حکام موجود تھے۔ صدر مملکت میٹنگ کی صدارت کر رہے تھے۔
عمران بھی بطور ایکسپرٹ وہاں موجود تھا۔ وہ حسب معمول سیاہ سوٹ پر نقاب
لگائے ہوئے تھے میٹنگ میں سر سلطان سر رحمان وزیر خارجہ وزیر داخلہ
انسپکٹر جنرل پولیس اور ملٹری کے اعلیٰ آفیسر بھی موجود تھے فائل کی گمشدگی
پر تبصرے ہو رہے تھے میٹنگ میں موجود شاید چند آدمیوں کے سوا اور کسی کو
معلوم نہیں تھا کہ اس فائل کی کیا اہمیت تھی عمران کو سر سلطان نے
فائل کے متعلق سب کچھ پہلے بتا دیا تھا میٹنگ کی کارروائی شروع
ہوئی سب سے پہلے سر سلطان نے کھڑے ہو کر فائل کی گمشدگی پر
تفصیل سے روشنی ڈالی اور پھر یہ کہہ کر بیٹھ گئے کہ آپ میں سے کسی شخص
کے ذہن میں اس فائل کی واپسی کے متعلق کوئی تجویز ہو تو برائے کرم
میٹنگ میں پیش کریں تاکہ کوئی مناسب تجویز سوچ کر اس پہ عمل کیا جائے
سب لوگ چند منٹ تک سوچتے رہے پھر انسپکٹر جنرل کی طرف متوجہ ہو
گئے۔

حضرات! میرے ذہن میں ایک تجویز ہے وہ یہ کہ فوراً ملک کے تمام
ہوائی اڈوں پر نگرانی سخت کر دی جائے تاکہ مجرم اس فائل کو لے کر

ملک سے فرار نہ ہو سکیں۔

لیکن ملٹری کے ایک آفیسر نے اعتراض کیا۔

کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ مجرم فائل ملک سے فوراً باہر لے جانے کی کوشش کریں گے ہو سکتا ہے وہ چند مہینے یا چند سال خاموشی سے گزار دیں اور پھر جب معاملہ ٹھنڈا ہو جائے تو وہ کسی طریقے سے فائل باہر لے جائیں۔

یہ بات بھی قابل غور تھی اس لئے ہال میں ایک دفعہ پھر خاموشی چھا گئی کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا حل سوچا جائے صدر مملکت باری باری ہر ایک کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ آخر کار اس کی نظریں ایکسٹو پر آ کر رک گئیں۔

مسٹر ایکسٹو۔

صدر مملکت نے ایکسٹو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اور سب لوگوں کی توجہ ایکسٹو کی طرف ہو گئی۔

مسٹر ایکسٹو آپ ہی کوئی تجویز بتائیے یہ فائل ملک کے لئے بہت ہی زیادہ اہم ہے اس کا کسی غیر ملک کے ہاتھ لگ جانا ہمارے ملک کی مکمل تباہی کا باعث ہو سکتا ہے۔

ایکسٹو نے ایک لمحہ کے لئے ہال میں نظریں دوڑائیں اور [illegible]

ہو کر کہا۔

محترم صدر مملکت مجھے احساس ہے کہ یہ فائل ملک کے لئے کتنی اہم ہے اور اس کی گمشدگی سے ملک کتنے بڑے خطرے سے دوچار ہے اس سلسلے میں میرے ذہن میں ایک تجویز ہے اور مجھے امید ہے کہ اس تجویز کو عمل میں لا کر ہمیں جلد از جلد فائل واپس مل سکتی ہے۔

یہ کہہ کر ایکسٹو چپ ہو گیا۔

صدر مملکت نے فوراً کہا۔

مسٹر ایکسٹو خدا کے لئے جلدی سے وہ تجویز بتائیے آپ خاموش کیوں ہو گئے۔

تجویز بتانے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن میں پہلے اس بات کا یقین کر لینا چاہتا ہوں۔ کہ اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ اس میٹنگ کی کارروائی مجرموں تک پہنچ جائے گی

نہیں ایکسٹو نے دھیمے لہجے میں کہا۔

صدر مملکت کے ساتھ میٹنگ میں موجود تمام لوگ بری طرح چونک پڑے۔

مسٹر ایکسٹو کیا آپ کو کسی شخص پر شک ہے۔

انسپکٹر جنرل پولیس نے خود کھڑے ہو کر پوچھا۔

جی ہاں میں سمجھتا ہوں کہ یہ میٹنگ مجرموں کے لئے خفیہ نہیں اس میں
دہرایا ہوا ایک ایک لفظ ان تک پہنچ جائے گا۔ اور پھر ہماری تجویز
دھری کی دھری رہ جائے گی۔

ایکسٹو نے اسی لہجے میں کہا۔

مسٹر ایکسٹو آپ کو کسی پر شک ہے اور اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ
غلط آدمی ہے۔

صدر مملکت نے بے چینی سے کہا۔

سر سلطان بھی عجیب نظروں سے ایکسٹو کو دیکھ رہے تھے۔

انسپکٹر جنرل پولیس ابھی تک کھڑے تھے وہ بیٹھنے لگے تو اچانک
ایکسٹو نے جیب سے ریوالور نکال کر انسپکٹر جنرل پولیس کو کور کر لیا۔

آپ ہاتھ اٹھا لیجیے: ایکسٹو نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں انسپکٹر
جنرل پولیس سے مخاطب ہو کر کہا۔

کیا۔ کیا مطلب؟

انسپکٹر جنرل پولیس کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ پڑا۔

سب لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انسپکٹر جنرل پولیس کی طرف دیکھ رہے
۔ کسی کو بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ انسپکٹر جنرل پولیس بھی مجرموں کا
ساتھی ہو سکتا ہے۔

اچانک ایک فائر ہوا اور ایکسٹو کے ہاتھ میں پکڑا ہوا ریوالور ہوا
میں اڑ گیا۔ جیسے ہی ایکسٹو کے ہاتھ سے ریوالور نکلا وہ تقریباً اڑتا ہوا انسپکٹر
جنرل پولیس پر جا پڑا۔ گولی انسپکٹر جنرل پولیس کی جیب سے چلی تھی اس کا
نشانہ انتہائی صحیح تھا لیکن ایکسٹو نے اسے دوسری گولی چلانے یا ریوالور
باہر نکالنے کی مہلت نہ دی اور اس نے انسپکٹر جنرل پولیس کو چھاپ لیا انسپکٹر
جنرل پولیس بھی اس سے لپٹ گیا ان دونوں میں زوردار جنگ شروع ہو گئی۔

باقی سب آفیسر حیرت کے عالم میں کھڑے تھے۔

ایکسٹو کا ایک زوردار مکہ انسپکٹر جنرل پولیس کے منہ پر پڑا۔ اور
وہ فرش پر الٹ گیا ایک آفیسر آگے بڑھنے لگا لیکن ایکسٹو نے اسے ہاتھ کے
اشارے سے روک دیا۔ انسپکٹر جنرل پولیس بھی غضب کا پھرتیلا معلوم ہوتا تھا۔
وہ پھرتی سے اٹھا اور ایکسٹو سے لپٹ گیا اس کی کوشش تھی کہ وہ ایکسٹو
کے منہ پر پڑا ہوا نقاب الٹا دے لیکن اس کی پسلیوں میں ایکسٹو نے ایک
زوردار گھٹنا مارا اور وہ کراہ کر پیچھے ہٹ گیا۔ اور پھر دوسرا مکہ اس کی گردن
پر اس زور سے پڑا کہ وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا اتنے میں متعدد آفیسروں
نے پستول نکال کر اسے کور کر لیا۔

ایکسٹو پیچھے ہٹ گیا۔ صدر مملکت نے میز پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور
وہ دروازہ کھول کر چند ملٹری آفیسرز جو میٹنگ ہال کے باہر پہرہ پر تھے اور

جی کو یہ ہدایت کر دی گئی تھی کہ جب تک انہیں بلایا نہ جائے وہ ہرگز میٹنگ ہال
میں داخل نہ ہوں اہلکار آ گئے انہوں نے صدر مملکت کے اشارے سے انسپکٹر جنرل
پولیس کو ریوالور سے کور کر لیا۔ ایک آفیسر نے اس کے کوٹ کی جیب سے پستول
نکال لیا ایکسٹو نے بڑھ کر اپنا ریوالور اٹھا لیا۔ اور جیب میں ڈال کر اپنی سیٹ
پر بیٹھ گیا۔ باقی سب لوگ بھی اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے اچانک انسپکٹر جنرل پولیس
نے ایک قہقہہ مارا اب اس کی نظروں میں اطمینان جھلکنے لگا۔ ایکسٹو فوراً آگے
بڑھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس تک پہنچتا اس کا سر ڈھلک چکا تھا اس نے
شاید کوئی انتہائی زہریلا کیپسول اپنے منہ میں چھپایا ہوا تھا جس کے نگلتے ہی وہ
ختم ہو گیا ایکسٹو کے اشارے سے ملٹری آفیسر اس کی لاش اٹھا کر باہر لے گئے
اس واقعے کا ردعمل میٹنگ میں بیٹھے ہوئے تمام آفیسران پر برا اثر پڑا ہر
شخص اپنی اپنی جگہ متفکر تھا اچانک ایکسٹو کی آواز سنائی دی اور سب لوگ
چونک پڑے۔

حضرات آپ نے دیکھا کہ مجرموں کا نظام کار کتنا اونچا ہے جب ہمارے
ملک کا انسپکٹر جنرل پولیس ان کا آلہ کار ہو اور اپنی تنظیم کے لئے جان کی قربانی
دے سکتا ہے تو اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ تنظیم کتنی بڑی اور کتنی گہری ہے
آپ حضرات حیران ہوں گے کہ مجھے انسپکٹر جنرل پولیس پر کیسے شک گزرا تو بات
یوں ہے کہ جب میں نے تمام لوگوں کا جائزہ لیا تو مجھے انسپکٹر جنرل پولیس کی

حرکات و سکنات کچھ عجیب نظر آئیں مثلاً وہ اپنی کرسی پر بار بار پہلو بدل رہے
تھے۔ ان کا ایک ہاتھ بار بار ان کی جیب کی طرف جا رہا تھا۔ جس کا ابھار بتا
رہا تھا کہ اس میں ریوالور موجود ہے مجھے جب شک پڑا تو میں نے تصدیق کے
لئے میٹنگ میں موجود لوگوں پر شک کا اظہار کیا اس کا ردعمل سب سے زیادہ
انسپکٹر جنرل پولیس پر ہوا وہ فوراً گھبرا گئے جیسے میں نے انہیں کا نام لے دیا۔
اور ابھی شاید میں ان پر مکمل یقین نہ کرتا لیکن انہوں نے میرے پستول نکالنے پر
فوراً فائر کر دیا، اور نتیجہ آپ کے سامنے ہے ہال میں آپ لوگوں کو وہ بتانا چاہتا
ہوں جو میں بتانا چاہتا تھا۔ میرے ماتحت مجرموں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں
مجھے ان کی سرگرمیوں کا ایک دو روز پہلے علم ہو گیا تھا لیکن ان کے فائل اڑانے
کے پروگرام سے میں بے خبر تھا۔ بہرحال آپ فکر نہ کریں مجھ پر اعتماد کریں۔
میں مجرموں کو فائل سمیت گرفتار کر لوں گا۔ یہ کہہ کر ایکسٹو اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔
صدر مملکت نے ایکسٹو کی کوششوں پر اطمینان کا اظہار کیا اور ایکسٹو کو مجرموں
کو جلد از جلد گرفتار کرنے کی تلقین کر کے میٹنگ برخاست کر دی۔

دوپہر کا وقت تھا۔ ایک بڑی سبز رنگ
کی کار تیزی سے شہر سے باہر جانے والی
سڑک پر اڑی جا رہی تھی سٹیرنگ جوزف
کے ہاتھ میں تھا اور جب کار کا چھوٹا
سا سٹیرنگ جوزف جیسے دیو کے ہاتھ
میں ہو اور ادھر اُدھر اس کا بھاری بھرکم
پیر کا دباؤ غریب ایکسیلیٹر پر ہو تو پھر
کار نے تو واقعی اڑنا ہوا ویسے جوزف
ایک بہترین ڈرائیور تھا اسے سٹیرنگ
پر مکمل کنٹرول تھا وہ انتہائی سپیڈ پر

کار سے جا رہا تھا لیکن اس کے چہرے پر مکمل اطمینان تھا جیسے وہ کسی وسیع میدان
میں کار ڈرائیو کر رہا ہو۔ پچھلی سیٹ پر عمران اور کیپٹن شکیل بیٹھے تھے عمران
حسب معمول اونگھ رہا تھا کبھی کبھی اس کے خراٹے کار میں نشر ہونے شروع
ہو جاتے تھے کیپٹن شکیل بھی آرام سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے
بیٹھا تھا اس کا چہرہ حسب معمول سپاٹ تھا۔

کیپٹن شکیل کو منزل کا کوئی علم نہیں تھا کیوں کہ عمران نے اسے
یہ کہہ کر ساتھ لے لیا تھا کہ چلو ذرا ہوا خوری کر آتے ہیں اب کیپٹن شکیل
یہ تو اچھی طرح سمجھتا تھا کہ حضرت خواہ مخواہ تو وقت ضائع کرنے سے
رہے جبکہ ایک اہم کیس پیش نظر ہو لہذا کوئی نہ کوئی چکر تو ضرور ہوگا۔
لیکن وہ عمران کی عادت سے بخوبی واقف ہو چکا تھا۔ کہ اگر اس کا بتانے
کا موڈ نہ ہوا تو چاہے کتنی ہی کوشش کر لو ہرگز نہیں بتائے گا۔ اور اگر بتانا
ہوگا تو خود بخود بتا دے گا۔ اس لئے خواہ مخواہ زور دینے سے فائدہ۔ وہ
خاموشی سے بیٹھا ہوا سگرٹ پی رہا تھا کار کے اندر مکمل سکوت طاری تھا
ہاں کبھی کبھی عمران کے زوردار خراٹے سکوت میں اضطراب پیدا کر دیتے۔

چند لمحے بعد اچانک عمران نے آنکھ کھولی پہلے تو وہ یوں ادھر ادھر حیرت
سے دیکھنے لگا جیسے اسے سمجھ میں نہ آیا ہو کہ وہ کہاں ہے پھر کیپٹن شکیل
اور جوزف کی طرف دیکھا اور اچھل پڑا۔

رو کو. رو کو. خدا کے لئے رو کو۔

عمران نے زور دار آواز میں کہا۔

اور جوزف نے بریک پر پورا دباؤ ڈال دیا کار ایک زور دار آواز پیدا کرتی ہوئی گھسٹنا شروع ہو گئی کار کی رفتار چونکہ انتہائی تیز تھی اس لئے اچانک بریک لگنے سے وہ لٹو کی طرح گھوم گئی اب اس کا رخ شہر کی طرف تھا۔ جوزف کار کو روک کر چپکے سے بیٹھا رہا کیپٹن شکیل بھی سمجھ گیا کہ عمران پر اداکاری کا بخار چڑھا ہوا ہے اس لئے اس نے بھی دخل اندازی ضروری نہ سمجھی اور اطمینان سے بیٹھا سگرٹ پیتا رہا۔ جب کار رک گئی تو عمران کار کا دروازہ کھول کر باہر یوں کودا جیسے پیچھے سے اس پر گولیاں چلائی جا رہی ہوں۔ کار سے نکلنے کے بعد وہ چند قدم تو یوں ہی بھاگتا گیا پھر اس کے چہرے پر اطمینان کی لہریں دوڑنے لگیں۔

وہ ہلکے ہلکے قدم اٹھاتا ہوا واپس کار کی طرف آیا اس کے چہرے پر خفت جھلکتی نظر آ رہی تھی۔

اس نے کار کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گیا۔

معاف کرنا یار میں نے کچھ اور سمجھا تھا۔

عمران نے کیپٹن شکیل کو مخاطب ہو کر کہا۔

دراصل بات یہ ہے میں سو گیا تھا آنکھ کھلی تو میں نے سمجھا کہ شاید مجرم مجھے

اغوا کر کے لے جا رہے ہیں۔

کیپٹن شکیل ہلکے سے مسکرا دیا ویسے وہ دل ہی دل میں عمران کی اداکاری کا لوہا مان چکا تھا اسے پتہ تھا کہ حماقتیں عمران کی فطرت کا جزو بن چکی ہیں۔ اور کبھی کبھی بغیر کسی وجہ کے بھی اداکاری کرتا رہتا ہے چنانچہ اس نے صرف اتنا کہا۔

عمران صاحب شکریہ جلدی سمجھ آ گئی ورنہ آپ کو پیدل جانا پڑتا۔

کیا مطلب۔ کیا تم مجھے یہیں چھوڑ کر چلے جاتے۔

عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

تو اور کیا ساری عمر آپ کا انتظار کرتا رہتا۔

کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

ہائے ظالم کیا ہوائی ڈائیلاگ بول رہا ہے۔

کون سی فلم کا ہے۔

فلم: چلتی کار کا

کیپٹن شکیل نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

اچھا۔

عمران نے یوں کہا جیسے کیپٹن شکیل نے کسی مقدس کتاب کی آیت پڑھ دی

باس کیا میں بھی کچھ کہہ سکتا ہوں۔

جوزف نے ان کی باتوں میں دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔

ہاں میرے کالے دیو تم ضرور کچھ کہہ سکتے ہو بلکہ کچھ کیوں بہت کچھ کہہ سکتے ہو مگر یہ خطرہ ہے کہ تمہارے جسم کے مطابق بہت کچھ سننے کے لئے مجھے باقی پوری زندگی خرچ کرنی پڑے گی۔

باس صرف اتنا پوچھنا تھا کہ کار چلاؤں یا نہیں۔

جوزف نے عمران کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

ارے یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے چلاؤ کار پیارے تمہیں کار چلاتا دیکھ کر مجھے وہ فلم یاد آجاتی ہے جس میں ایک ہاتھی ڈرائیونگ سیٹ پر ٹرک چلا رہا تھا۔

عمران نے خوشی سے تالیاں بجاتے ہوئے کہا۔

ہاتھی۔

جوزف نے حیرت سے پوچھا۔

ہاں ہاں ہاتھی مگر جوزف جب میں نے غور سے دیکھا تو وہ تھا تو انسان مگر شاید پچھلے جنم میں ہاتھی ہوگا۔

عمران کی باتوں کا چرخہ بجانے کب تک چلتا کہ جوزف نے کار سٹارٹ کر دی اور پھر وہ شہر کی طرف بھاگنے لگی۔

ارے ارے یہ کہاں جا رہے ہو؟

کمال ہے

کہیں تمہاری کھوپڑی تو نہیں الٹ گئی ہے۔

ہمیں شہر سے باہر جانا ہے شہر نہیں

روکو اسے۔

عمران نے سیٹ پر اچھلتے ہوئے کہا۔

مگر اس کا رخ تو شہر کی طرف ہے۔ جوزف نے کار روکتے ہوئے کہا۔

ارے اوکالے ہاتھی اگر اس کا رخ آسمان کی طرف ہوتا تو ہمیں آسمان پر ہی لے جاتا۔

تو باس موڑ دوں اسے۔

جوزف نے پوچھا۔

نہیں اسی طرح گیئر بیک میں ڈال کر الٹی کار لے چلو۔ دیکھنا اس طرح بڑا لطف آئے گا۔

عمران نے شاید اس پر طنز کی مگر پھر عمران نے کھوپڑی پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ جب جوزف نے اسی طرح بیک گیئر میں کار چلانی شروع کر دی۔ کار کافی تیز رفتاری سے الٹے رخ دوڑ رہی تھی جوزف ابھی طرح

اطمینان سے کار چلا رہا تھا۔ جیسے پہلے سیدھے رخ پر چلا رہا تھا آخر عمران سے نہ رہا گیا۔

وہ یوں بول پڑا۔

ارے دماغ خراب ہو گیا ہے ہمیں مروانے کی صلاح ہے۔ موٹر ٹھیک بانی طرح چلاؤ۔

باس تم نے تو خود ہی کہا تھا جوزف نے اطمینان سے جواب دیا۔

ارے تیری قبر پر اگے ہوئے سرکنڈوں پر چیل منڈلائے میں نے تو طنز کیا تھا۔

عمران نے اسے لمبی ساری بد دعا دیتے ہوئے کہا۔

لیکن اس بد دعا کا اثر جوزف پر انتہائی شدید ہوا۔

اس نے فوراً کار روک دی اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اس نے انگلی سے سینے پر کراس بناتے ہوئے کہا۔

باس تمہیں ماڈر جوشوا کی قسم مجھے اس طرح کی بد دعا نہ دیا کرو۔

اور کس طرح کی بد دعا دیا کروں بد دعاؤں کی بھی قسمیں ہوتی ہیں۔

عمران بھی بڑی بوڑھیوں کی طرح ہاتھ نچاتے ہوئے کہا۔

تو پھر میں کار نہیں چلاتا۔ جوزف بھی بگڑ گیا۔

تو پھر دلدل میں بیٹھے ہوئے سانپ کے سر پر جلتا ہوا چراغ۔

عمران نے جوزف کو نئی بد دعا دینی شروع کر دی۔

اور جوزف نے عمران کا فقرہ درمیان سے کاٹ دیا۔

باس باس خدا کے لئے چپ کرو میں کار چلاتا ہوں۔

جوزف نے کار سٹارٹ کر دی اور پھر تیزی سے اس کا رخ موڑا۔

اور پھر کار سٹرک پر یوں بھاگنے لگی جیسے کمان سے تیر نکلتا ہے۔

کیپٹن شکیل اس تمام عرصے میں خاموشی سے بیٹھا عمران اور جوزف کی نوک جھونک سے محظوظ ہوتا رہا۔ اسے جوزف کا کردار بھی انتہائی دلچسپ لگا جنگلی گینڈے سے ٹکرا جانے والا گرانڈیل جوزف بد دعاؤں سے یوں ڈرتا ہے جیسے بچے بھوت سے اس وقت اس کا چہرہ پیلا پڑ جاتا آنکھیں خوف سے پھٹ جاتیں۔

اب کار میں دوبارہ خاموشی ہو گئی کار اب شہر سے تقریباً تیس میل دور آ چکی تھی۔ اس کا رخ دارالحکومت سے تقریباً پچاس میل دور ایک اور بڑے شہر کی طرف تھا۔ جو ایک بہت بڑی تجارتی منڈی ہے کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔

وہ شہر دارالحکومت جتنا وسیع و عریض نہ تھا لیکن اپنی گہما گہمی اور رونق کی وجہ سے اس سے کم بھی نہیں تھا۔

عمران شاید کسی خاص کام کی وجہ سے وہاں جا رہا تھا لیکن اس خاص

کام سے جوزف اور شکیل دونوں لاعلم تھے شہر سے تقریباً پانچ میل پہلے عمران نے جوزف کو کار روکنے کا حکم دیا۔ اور خود دروازہ کھول کر باہر نکل آیا جوزف اور کیپٹن شکیل کو بھی باہر آنے کا اشارہ کیا۔

جوزف نے کار سڑک کے کنارے روک کی تھی۔

کار کے دروازے لاک کردو اور ڈگی میں سے بکس نکال کر ادھر لے آؤ۔

عمران نے جوزف کو حکم دیا اور خود سڑک سے ذرا دور ایک شکستہ سے کھنڈر کی طرف بڑھنے لگا۔

بات کیا ہے!

آخر کیپٹن شکیل سے نہ رہا گیا۔

بات یہ ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کا قہر اپنے پیارے بندوں۔

لاحول ولا قوۃ عمران نے اپنا سر پیٹ لیا۔ میں بھی کیا کہہ گیا ہوں۔

یار شکیل میدان حشر میں میری مغفرت کے لئے سفارش کرو گے۔

عمران نے یکدم موضوع تبدیل کر دیا۔

اور اگر مجھے خود سفارش کی ضرورت پڑ گئی تو۔

کیپٹن شکیل نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا کیوں کہ وہ سمجھ گیا تھا کہ جتنا بھی زور لگا لو۔ عمران اصل بات نہیں بتائے گا اور عمران سے باتوں میں جیتنا کم از کم کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔

یار شکیل اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں جنت کی سیکرٹ سروس میں شامل کر لیا تو پھر کیا ہوگا۔

عمران نے انتہائی بھولپن سے کیپٹن شکیل سے پوچھا۔

اور کیپٹن شکیل کو ہنسی آگئی۔

اتنے میں وہ اس کھنڈر میں پہنچ گئے یہ کوئی قدیم زمانے کی سرائے معلوم ہوتی تھی۔ جو اب بالکل ویران پڑی تھی۔ البتہ کونے میں محکمہ آثار قدیمہ کی ایک چھوٹی سی تختی لگی ہوئی تھی۔ جس سے اس سرائے کی تاریخ پر کچھ روشنی پڑتی تھی کیپٹن شکیل اس کھنڈر میں داخل ہوتے ہی چوکنا ہو گیا لیکن عمران نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

اعصاب پر زور مت ڈالو یہاں مجرم وغیرہ نہیں ہیں ہم یہاں ایک اور کام کے لئے آئے ہیں۔

اتنے میں جوزف کاندھے پر ایک بکس رکھے کھنڈر کے اندر داخل ہو گیا۔

اسے کھولو۔

جوزف نے اسے کھول دیا۔

اس میں اوپر ایسے لباس تھے جو آج کل کے مشہور غنڈے پہنتے تھے یعنی سرخ رنگ کی پتلون اور نیلے رنگ کے کوٹ۔ عمران نے جب وہ

لباس اٹھائے تو نیچے ایک جدید ترین مشین گن موجود تھی۔ اس برین گن کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ یہ اس تواتر سے گولیاں برساتی تھی کہ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے آگ برس رہی ہو۔ اور اس کی زد میں آنے والی ہر چیز نیست و نابود ہو جاتی تھی۔ لیکن اس میں ایک خامی بھی تھی۔ یعنی اس سے اتنا ارتعاش پیدا ہو جاتا کہ انسان چند منٹ سے زیادہ اسے چلا نہیں سکتا تھا ورنہ وہ اپنا توازن نہ سنبھال سکتا یہ برین گن تھی اصل میں ابھی تجرباتی دور میں تھی۔ عمران کے ملک کا مایہ ناز سائنسدان ڈاکٹر شاہ اس پر مزید تجربات کر رہا تھا۔

ڈاکٹر شاہ نے اس گن کے عملی تجربے کرنے کے لئے اسے سر سلطان کے حوالے کیا۔ اور سر سلطان نے اسے عمران کے سپرد کر دی تاکہ اس کا عملی تجربہ کر کے رپورٹ دے عمران نے دانش منزل کی لیبارٹری میں اس کے تجربے کئے۔ اور پھر جلد ہی اس کی ریڈی میڈ کھوپڑی نے اس برین گن کی خامی کا فوری حل نکال لیا۔ اس نے بیٹری سے چلنے والا ایک چھوٹا سا آلہ تیار کیا۔ جس میں ایریل نما چھوٹی سی تار لگی ہوئی تھی اگر اس آلے کو انسان اپنے لباس پر فٹ کرے تو اس برین گن کے چلنے سے ارتعاش کی جو لہریں اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اور پھر اسے فضا میں بکھیر دیتا ہے اس طرح وہ لہریں انسانی جسم پر اثر انداز نہ ہوتیں اس آلہ سے اس برین گن کی یہ بڑی خامی دور ہو جاتی۔

عمران نے بکس سے دو لباس نکالے اور ان میں سے ایک کیپٹن شکیل کی طرف بڑھا دیا۔ کہ سرائے کے کسی کمرے میں جا کر وہ لباس پہن لے۔ خود بھی ایک لباس اٹھا لیا۔ اور اسے پہننے کے لئے ایک طرف اوٹ میں چلا گیا ایک لباس جوزف کو بھی دیتا چلا گیا۔ تاکہ وہ اسے پہن لے۔ یہ تینوں لباس آج کل کے غنڈوں میں بہت مقبول تھے۔ تھوڑی دیر بعد تینوں اکٹھے ہوئے تو تینوں اپنے لباسوں سے غنڈے دکھائی دے رہے تھے۔ عمران نے بکس سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا اس میں میک اپ کا مختصر سامان تھا چنانچہ اس نے کیپٹن شکیل کے چہرے پر میک اپ کی ہلکی سی تہہ چڑھا دی۔ اب کیپٹن شکیل کو دیکھ کر کوئی بھی اسے شریف کہنے کے لئے تیار نہ ہوتا کیونکہ ماتھے پر چاقو کا ایک لمبا اور گہرا نشان بڑی بڑی مونچھیں۔

اوپر والے ہونٹ پر زخم۔ داہنے گال پر گڑھا آنکھوں میں سرخی اس میک اپ میں وہ کوئی بے جگر غنڈا لگ رہا تھا۔

عمران نے اپنے چہرے پر بھی ہلکا سا میک اپ کیا لیکن اس کا میک اپ شرافت اور غنڈے پن سے بین بین تھا۔

جوزف کو بھی ہلکے میک اپ سے سنوارا گیا۔ تاکہ وہ پہچانا نہ جا سکے عمران نے میک اپ سے فارغ ہو کر ایک اونچی فلیٹ ہیٹ

نکالی۔ اور کیپٹن شکیل کی طرف بڑھا دی۔

کیپٹن شکیل اس ہلمیٹ کو ہاتھ میں لے کر ایک لمحہ کے لئے جھجکا لیکن
پھر اس نے اسے سر پر پہن لیا۔ اور پھر عمران نے ٹوپی میں لگے ہوئے
اس آلے کے متعلق کیپٹن شکیل کو بتلایا تو کیپٹن شکیل کا اس کی اونچائی
پر اعتراض ختم ہوگیا۔ عمران نے برین گن بھی شکیل کے ہاتھوں میں
دے دی جو اس کے لمبے سے کوٹ میں باآسانی چھپ گئی اب عمران
نے بھی ایک کیپ نکال کر سر پر پہن لی۔ جس سے اس کی آنکھیں تقریباً
چھپ گئیں۔

پھر عمران نے ایک صندوق نکالا۔ اور جوزف کو اسے اٹھانے کا اشارہ
کیا اور وہ تینوں ایک نئی سج دھج کے ساتھ کار کی طرف روانہ ہوگئے۔

یہ تو بتلایئے کرنا کیا ہے؟

کیپٹن شکیل نے چلتے چلتے بڑے اطمینان سے پوچھا۔

پوچھنا کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی معمولی بات پوچھ رہا ہو۔

عمران ایک لمحے کے لئے مسکرایا۔

اور پھر بولا۔

شہر میں غنڈوں کی ایک پارٹی سے ملاقات کرنی ہے۔

وہ تینوں کار میں بیٹھ گئے اور کار ایک بار پھر شہر کی طرف بھاگنے

لگی۔ تھوڑی دیر میں کار شہر کے سب سے بڑے بازار سے گذر رہی تھی۔

جوزف عمران کے بتائے ہوئے راستوں پر کار دوڑا رہا تھا کار کا رخ
بندرگاہ کی طرف تھا۔

اچانک عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہوکر کہا۔

سنو شکیل آج ہم نے ایک بڑا معرکہ سر کرنا ہے یہ تمام تیاریاں
اسی کے لئے ہیں۔

مجھے شک ہے کہ "ردیا" کی پارٹی کا ہاتھ موجودہ ہنگاموں میں ہے
ردیا کی پارٹی ملک کے مشہور اور بے جگر غنڈوں پر مشتمل ہے جس کے
ہر فرد کو موت کا فرشتہ سمجھا جاتا ہے وہ سفاکی اور لڑنے کے
فن میں طاق ہیں۔

آج ہم نے ان کا مقابلہ کرنا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ "ردیا"
ہماری بہادری اور بے جگری سے متاثر ہوکر ہمیں اپنے گروہ میں
شامل کرے اس طرح شاید ہم اصل حالات کا اندازہ کر سکیں۔ ورنہ کسی
صورت سے ردیا کی پارٹی کے اصل مقاصد کا اندازہ کرنا ناممکن ہے

تمہیں برین گن اس لئے دی گئی ہے کہ تم ہم دونوں کے سردار ہو۔

تمہارا نام جیگر ہے تم نے اس برین گن سے سفاکی کی انتہا کر دی
ہے اس طرح چلتے غنڈے کم ہوں گے شریف شہریوں کے لئے تو یہ

بس یہ یاد رہے کہ تمہاری سفاکی بہادری اور بے جگری سے ردیا پر دہشت
سی چھا جائے۔ اس میں میں اور جوزف بھی تمہاری مدد کریں گے جوزف
کا نام جوزف ہی رہے گا اور میرا نام طائیگر ہو گا اب ہم ردیا
کے اڈے پر جا رہے ہیں۔ ردیا نے بندرگاہ کے علاقے میں ایک
بار کھولا ہوا ہے جہاں اس کا مستقل ٹھکانہ ہے بڑے بڑے دل
گردے والے غنڈے بھی ردیا کے نام سے ڈرتے ہیں۔ کیوں کہ وہ
حد سے زیادہ سفاک ہے۔

تم فکر نہ کرو ردیا نے ابھی تک سفاکی کا نام ہی سنا ہے دیکھا نہیں
آج وہ جگیر کے روپ میں سفاکی دیکھ لے گا۔

کیپٹن شکیل نے خالص غنڈوں والے لہجے میں کہا۔

اتنے میں کار ردیا کے بار کے سامنے جا کر رک گئی۔ ردیا بار کے
بالکل متصل ایک مکان تھا جس کی کھڑکی کے سامنے لکڑی کی بالکونی
بنی ہوئی تھی۔ اور سیڑھیاں نیچے آ رہی تھیں اس بالکونی پر ایک
غنڈہ کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا ان کی کار جیسے ہی رکی
وہ غنڈہ بڑی دلچسپی سے کار کو دیکھنے لگا۔

کیپٹن شکیل نے کار کا دروازہ کھولا اور بڑی شان اور وقار سے
باہر نکلا ابھی اس نے ایک دو قدم ہی اٹھائے ہوں گے کہ بالکونی پر کھڑے

ہوئے غنڈے کے پستول سے شعلہ لپکا اور گولی سائیں کی آواز کے
ساتھ کیپٹن شکیل کے پاس سے گزر گئی۔ کیپٹن شکیل پھرتی سے مڑا
اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں برین گن تھی۔ اور پھر یوں محسوس ہوا
جیسے آتش فشاں پہاڑ پھٹ پڑا ہو۔ برین گن سے نکلنے والی گولیوں
کی بوچھاڑ جولا دے کی صورت میں باہر نکل رہی تھی بالکونی اور سیڑھیوں
کے پرخچے اڑ گئے اور وہ غنڈہ کسی حقیر تنکے کی طرح اڑتا ہوا
بالکونی سے نیچے آنے لگا۔

عمران کار سے نکل کر کیپٹن شکیل کی طرف بھاگا تاکہ اسے
برین گن چلانے سے باز رکھ سکے۔ لیکن کیپٹن شکیل کی برین
گن چلے جا رہی تھی۔

عمران سر جھٹک کر رہ گیا کیوں کہ ردیا بار سے فائرنگ کی
آواز سن کر کافی سارے غنڈے باہر نکل آئے تھے ان کے
سامنے وہ کیپٹن شکیل سے کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔ اس کا پلان تھا
کہ برین گن اس وقت چلائی جائے جب کوئی اور چارہ نہ رہے
لیکن کیپٹن شکیل پہلے ہی حملے میں اس کا مظاہرہ کر چکا تھا ایک
لحاظ سے یہ اچھا ہوا کیوں کہ کیپٹن شکیل کی قد و قامت، اس کی ٹوپی،
اور اس کے چہرے اور پھر ہاتھ میں برین گن نے غنڈوں میں سراسیمگی

پھیلادی۔ جوزف کی شخصیت سے بھی وہ متاثر ہوئے فائر کرنے والا
غنڈہ زمین پر پڑا تھا اس کا جسم گولیوں سے چھلنی تھا۔ کیپٹن شکیل
نے اس کی طرف ایک نظر بھی ڈالی اور خود عمران اور جوزف سمیت روپا
بار میں داخل ہوگیا۔

کیپٹن شکیل ہاتھ میں برین گن لئے
بڑی شان سے "روپا بار" میں داخل ہوا
اس کے پیچھے پیچھے عمران تھا جو جھینپا
جھینپا سا محسوس ہوتا تھا۔ عمران کے
بعد جوزف تھا جس کی پتلون کے دونوں
سائڈ ہولسٹروں میں دو ریوالور لٹکے ہوئے
تھے۔ وہ جیسے ہی بار میں داخل ہوئے
بار میں یکدم خاموشی چھا گئی۔ عمران ہلکا
سا مسکرایا وہ تینوں ایک میز کے گرد
بیٹھ گئے کیپٹن شکیل نے برین گن کورٹ

کے اندر لگے ہوئے تسموں میں فٹ کر دی۔ ہر شخص ان کو عجیب سی نظروں
سے دیکھ رہا تھا۔ خاص طور پر بیرے اور کاؤنٹر پر کھڑا ہوا ایک دیو ہیکل
غنڈا انہیں کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا ایک لمبا تڑنگا بیرا ان
کی طرف تیزی سے بڑھا۔

کیا چاہیے؟

اس کا لہجہ انتہائی تلخ تھا۔

کیپٹن شکیل نے ایک لمحے کے لئے بیرے کو دیکھا اور پھر
اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

تمہیں جیگر کے سامنے اونچی آواز میں بولنے کی جرأت کیسے ہوئی۔

کیپٹن شکیل کی آنکھوں کی سرخی بڑھ گئی، اس نے لپک کر بیرے کی
گردن ایک ہاتھ سے پکڑ لی اور پھر ایک چٹخ کی آواز نکلی اور بیرے کی
گردن کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ اور وہ کسی مردہ چھپکلی کی طرح زمین پر پڑا
تھا بیرے کے مرتے ہی بار میں طوفان اٹھ کھڑا ہوا آج تک کسی کو
تصور میں بھی اتنی جرأت نہ ہوئی تھی کہ وہ "روپا بار" میں بیٹھ کر اس کے
کسی بیرے کو ٹیڑھی آنکھ سے دیکھ سکے مارنا تو ایک طرف رہا کیوں کہ
بیرے دراصل روپا کی پارٹی کے غنڈے تھے۔

اور آج روپا بار ہی میں بیٹھ کر ایک اجنبی غنڈے نے صرف ایک ہاتھ

سے بیرے کی گردن توڑ دی نتیجہ ظاہر تھا طوفان تو اٹھنا ہی تھا۔

عمران اور جوزف بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اب ان کے چاروں طرف غنڈوں
ہی غنڈے نظر آ رہے تھے۔ کاؤنٹر پر کھڑا ہوا دیو ہیکل غنڈہ روپا
کا خاص اسسٹنٹ بومی تھا۔ وہ لڑنے میں ماہر سمجھا جاتا تھا وہ صورت
حال دیکھ کر کاؤنٹر سے باہر نکل آیا۔ اور آہستہ آہستہ ان تینوں کی طرف
آنے لگا۔ وہ میز کے نزدیک آ کر رک گیا اس کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں

کون ہو تم؟

اس کی گرجدار آواز گونجی۔

جواب میں کیپٹن شکیل کا زوردار قہقہہ ہوا میں گونجا انداز انتہائی
خوفناک تھا اور گرد کھڑے ہوئے غنڈوں کا دل کانپ اٹھا کیوں کہ
ان کی نظروں میں اجنبی غنڈے کی موت رقص کرنے لگی۔

جیگر۔

کیپٹن شکیل نے بومی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

بومی نے جواب دیا۔ کی بجائے پھرتی سے کیپٹن شکیل پر چھلانگ لگا دی اس
سے پہلے کہ بومی کیپٹن شکیل تک پہنچتا جوزف تیزی سے درمیان میں آ گیا بومی کا
حملہ جوزف نے دونوں ہاتھوں سے روکا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا
جوزف کا ایک شاندار پنچ بومی کے چہرے پر پڑا مکے میں اتنی شدت تھی کہ

جیسا دیو ہیکل فرش پر جا پڑا اس کے منہ سے دانتوں کے ٹکڑے نکل
پڑے جس گال پر مکا پڑا تھا وہ پھٹ کر دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔
جوزف نے شاید اپنی پوری قوت استعمال کر دی تھی لیکن ادھر لوبی بھی کمزور
نہیں تھا۔ وہ اس شدید مکے کو برداشت کر گیا۔ اور انتہائی تیزی سے اچھل
کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے منہ اور رخسار سے خون متواتر بہہ رہا تھا ابھی وہ
پوری طرح کھڑا بھی نہیں ہوا تھا۔ کہ جوزف نے اسے لپک کر ہاتھوں پر
اٹھا لیا۔ جوزف نے جس طرح پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا اسے دیکھ کر عمران
بھی عش عش کر اٹھا۔

جوزف نے لوبی کو اٹھا کر بار کی دیوار سے دے مارا ایک پٹاخے کی
آواز آئی اور پھر لوبی کا مغز دیوار پر چھچھڑے کی طرح لٹکتا رہ گیا اس
کی کھوپڑی پھٹ چکی تھی۔ یہ سفاکی اور طاقت دیکھ کر ہال میں کھڑے ہوئے
غنڈے دہشت زدہ ہو گئے۔

اچانک ایک گرجدار آواز گونجی۔

یہ کیا ہو رہا ہے؟

سب کی نظریں کاؤنٹر کے ساتھ بنے ہوئے دروازے پر پڑیں اس کے
باہر ملک کا خطرناک ترین غنڈہ روپا کھڑا نظر آ رہا تھا۔ اس کا جسم انتہائی
کسرتی تھا چہرے پر زخموں کے بے شمار نشان تھے ہاتھوں میں ریوالور

تھا۔ غصے کی وجہ سے اس کا چہرہ اور بھی زیادہ سرخ ہو گیا تھا۔

مداری کا تماشہ۔

عمران نے مداریوں کی طرح ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔

اور روپا کا غصہ اپنے عروج پر پہنچ گیا۔

بکواس مت کرو۔

غصے سے اس کی آواز پھٹ گئی۔

اس نے اپنے کمرے کی طرف دیکھ کر کہا۔

جامو، شامو، سومر باہر نکلو۔

اس کی آواز سنتے ہی اس کے کمرے سے تین انتہائی خطرناک صورتوں
والے اور انتہائی طاقتور اور ٹھوس جسموں والے غنڈے باہر نکل آئے
عمران جانتا تھا کہ یہ تینوں غنڈے چاقو کی لڑائی میں ماہر سمجھے جاتے ہیں
آج تک کوئی شخص چاقو کے مقابلے میں ان سے نہیں جیت سکا تھا اور
یہ تینوں روپا کے باڈی گارڈ بھی تھے اور دست راست بھی وہ تینوں
آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھنے لگے۔ اب روپا کے چہرے پر اطمینان کی لہریں
تھیں کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ان تینوں کی موت انہی کے ہاتھوں سے
لکھی ہوئی تھی یعنی کیپٹن شکیل وغیرہ کی۔

ان تینوں کو ختم کر دو۔

روپا نے اشارہ کیا۔

عمران نے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھا ہلکی سی آنکھ دبائی اور کہا۔

باس اگر اجازت ہو تو اکیلا ٹائیگر ان تینوں بکریوں کو ذبح کر دے

اجازت ہے۔

کیپٹن شکیل نے بھی بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

باس۔

جوزف نے اجازت طلب نظروں سے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

نہیں صرف ٹائیگر ان سے نپٹ لے گا۔

کیپٹن شکیل نے لاپرواہی سے کہا۔

اتنے میں وہ تینوں غنڈے ان کے نزدیک پہنچ چکے تھے تینوں نے لمبے لمبے چاقو کھول لئے ہال میں کھڑے ہوئے تمام غنڈے دم سادھے یہ یہ خوفناک جنگ دیکھ رہے تھے۔

عمران دو قدم آگے بڑھ آیا اس کے ہاتھ خالی تھے۔

اس کے ہاتھ خالی دیکھ کر تینوں غنڈوں کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری شائد انہیں اس اجنبی غنڈے کی موت کا یقین ہو چکا تھا اور انہیں یہ بھی آسانی ہوگئی کہ وہ بجائے تینوں سے اکٹھے لڑنے کے تینوں کو

باری باری آسانی سے ختم کر سکتے تھے عمران سے چار قدم دور وہ تینوں رک گئے۔ عمران نے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

اچانک ان تینوں نے اکٹھے چھلانگ لگائی۔

تینوں چاقو بجلی کی طرح ہوا میں لہرائے۔

دیکھنے والوں نے آنکھیں بند کر لیں۔

انہیں شائد عمران کی چیخ و پکار کا انتظار تھا۔ لیکن پھر دیکھنے والوں کی حیرت سے چیخیں نکل گئیں جب انہوں نے عمران کو دوسری طرف کھڑا دیکھا۔ وہ حیرت سے آنکھیں جھپک رہا تھا۔ اور وہ تینوں عمران کی جگہ فرش پر پڑے ـــ

عمران نے کمال پھرتی سے کام لیا تھا وہ جیسے ہی اکٹھے حملہ آور ہوئے عمران تیزی سے نیچے بیٹھ گیا اور وہ تینوں اپنے زور میں اس کے اوپر گزرتے ہوئے فرش پر جا گرے تھے۔ یہ دیکھ کر ایک لمحے کے لیئے روپا نے بھی آنکھیں جھپکیں، اور پھر وہ دوبارہ حملہ دیکھنے لگا۔

وہ تینوں پھرتی سے اٹھے۔

اب غصے سے ان کی آنکھوں میں چراغ جلتے نظر آ رہے تھے انہوں نے حملے کے لیے چاقو ذرا سے اٹھائے ہی تھے کہ ان کے حملہ کرنے سے پہلے

عمران پھرتی سے اچھلا اور پھر ایک زوردار فلائنگ کک درمیان والے غنڈے کے سینے پر پڑی اور وہ بھیانک چیخ مارتا ہوا پیچھے جا گرا اس کا چاقو فرش پہ گر پڑا عمران زمین پر گرتے ہوئے ہاتھوں کے بل جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا اب گرے ہوئے غنڈے کا چاقو اس کے ہاتھوں میں تھا۔ اور باقی غنڈے ششدر کھڑے دیکھ رہے تھے یہ سب کچھ پلک جھپکنے میں ہو گیا تھا۔ نیچے گرنے والا غنڈہ ایک لمحے کے لئے تڑپا اور پھر ساکن ہو گیا۔ اس کے منہ سے خون ابل پڑا۔ عمران کی فلائنگ کک نے اس کے سینے کی پسلیاں توڑ دی تھیں۔

اپنے ساتھی کے منہ سے خون نکلتا دیکھ کر دونوں غنڈے بھی ہوش میں آ گئے۔ انہوں نے تیزی سے عمران پر حملہ کر دیا۔ عمران نے بایاں ہاتھ ایک غنڈے کے چاقو والے ہاتھ پر پڑا اور دائیں ہاتھ میں پکڑا ہوا دوسرے غنڈے کی طرف بڑھایا۔ اور پھر پلک جھپکنے میں ایک غنڈے کی بھیانک چیخ فضا میں لہرائی۔ جس غنڈے کی طرف عمران نے ہاتھ بڑھایا تھا اس نے اپنے چاقو سے عمران کے ہاتھ پر ضرب لگانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ عمران کے حملے کے انداز کو نہ سمجھ سکا تھا عمران کا ہاتھ اس کے سینے پر طرف بڑھا تھا۔ لیکن پھر جھٹکے سے عمران کا چاقو پوری قوت سے اس کے پیٹ میں گھس گیا۔ عمران کا چاقو پیٹ کے کافی حصے کو پھاڑ چکا تھا۔

اس کی آنتیں نکل چکی تھیں۔ اور اس غنڈے کا جس کے ہاتھ پر عمران نے ہاتھ ڈالا تھا تکلیف کے مارے برا حال تھا کیونکہ عمران نے اس کے ہاتھ کو ایک جھٹکا سا جھٹکا دیا تھا۔ اور تڑاخ کی آواز کے ساتھ ہی اس کا بازو جھولنے لگا۔ وہ اپنا بازو پکڑے لڑکھڑا رہا تھا۔ عمران نے اچھل کر پوری قوت سے اس کی ناک پر ٹکر ماری اور وہ لڑکھڑاتا ہوا نیچے آ گرا اس کی ناک کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ اب تینوں غنڈے بے کار ہو چکے تھے دو تو مر چکے تھے اور تیسرا فرش پر پڑا تڑپ رہا تھا۔

روپا کا یہ دیکھ کر غصے کے مارے برا حال ہو گیا۔ اس کے بہترین لڑاکے صرف ایک معمولی سے آدمی سے مار کھا چکے تھے اس نے جھلاہٹ کے مارے عمران پر گولی چلا دی۔ عمران پھرتی سے اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔ گولی سامنے کھڑے ہوئے روپا کے ایک دیٹر کے سینے میں گھس گئی وہ ایک بھیانک چیخ مار کر دوسری طرف الٹ گیا یہ دیکھ کر روپا کو اور بھی غصہ آ گیا اس نے غصے کی شدت سے ہونٹ بھینچ لئے اور پھر تڑاتڑ عمران پر گولیاں برسنے لگیں لیکن عمران نے سنگ آرٹ کا شاندار مظاہرہ کیا وہ لٹو کی طرح گھوم رہا تھا اس کے قدم زمین پر نہیں ٹک رہے تھے چھٹی گولی کے بعد جھلاہٹ میں روپا نے ریوالور بھی عمران پر کھینچ مارا اب غصے کے ساتھ ساتھ اس کی آنکھوں میں حیرت کی جھلکیاں بھی نظر آ رہی تھیں۔ اچانک

ایک گولی عمران کے کان کے پاس سے گذر گئی۔

اس بار ایک ویٹر نے گولی چلائی تھی۔

باقی لوگ ابھی حیران و پریشان کھڑے تھے اس سے پہلے کہ ویٹر دوسری گولی چلاتا کیپٹن شکیل نے پھرتی سے برین گن اپنے کوٹ سے باہر گھسیٹ لی اور پھر ہال میں ایک قیامت آ گئی، برین گن سے نکلنے والے لاوے نے ہال میں چیخیں پھیلا دیں۔

پہلے ہی حملے میں تقریباً بیس آدمی فرش پر پڑے تڑپ رہے تھے اس سے پہلے کہ کیپٹن شکیل کی برین گن کا رخ روپا کی طرف ہوتا روپا نے دونوں ہاتھ کھڑے کر کے بے اختیار چلانا شروع کر دیا۔

ٹھہریئے ٹھہریئے۔

کیپٹن شکیل کا ہاتھ رک گیا۔

ہال میں افراتفری مچ گئی تھی۔ بہت سارے لوگ خوفزدہ ہو کر باہر بھاگ گئے تھے۔

یہ بار چونکہ بندرگاہ کے ایک کونے میں الگ تھلگ بنا ہوا تھا دوسرے یہ بار روپا کا تھا۔ جہاں ہر روز ایسے کھیل کھیلے جاتے تھے یہ اور بات ہے کہ پہلے پلا ہمیشہ روپا کی پارٹی کا بھاری ہوتا تھا اور اب وہ شکست کھا چکے تھے۔

یہاں کی پولیس روپا کے نام سے خوفزدہ رہتی تھی۔ اس لئے چاہے
ہال سارا دن گولیاں چلتی رہیں۔ پولیس کبھی توجہ نہ دیتی تھی۔ آج اس بار
ں پہلا دن تھا جب تین آدمی اجنبی آدمیوں نے اپنی سفاکی اور بے جگری کی
ھاک روپا سمیت پورے بار میں بٹھا دی تھی یہ غنڈے ان تینوں کو مافوق
فطرت سمجھنے لگ گئے تھے۔

آپ تینوں میرے کمرے میں چلیں۔ آپ کی طرف میں دوستی کا ہاتھ
ھاتا ہوں۔

روپا نے کیپٹن شکیل کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

ہمارے ساتھ دھوکے کا تصور تک بھی نہ کرنا۔ ورنہ ہم پہاڑوں کو بھی اپنی
ہ سے ہلانے کی طاقت رکھتے ہیں۔

تم بے فکر رہو

روپا جسے دوست کہتا ہے اس کے لئے جان تک لڑا دیتا ہے۔

روپا کا لہجہ انتہائی دوستانہ تھا۔

تم اندر جا کر ہمیں کان تو نہیں پکڑا دو گے۔

عمران کا لہجہ انتہائی خوفزدہ تھا۔

اور روپا سمیت بار میں موجود دیگر لوگوں کے چہروں پر الجھی آمیز مسکراہٹ
گئی، وہ اس نوجوان کو سمجھنے سے قاصر تھے جس نے روپا کے نامی گرامی چاقو

بازدل کو اکیلے ہی ختم کر دیا تھا اور روپا جیسے نشانہ باز کی کوئی گولی بھی اسے نہ چھو سکی تھی۔ اور اب انتہائی خوفزدہ لہجے میں بات کر رہا تھا۔

کیپٹن شکیل کے سر ہلانے پر جوزف اور عمران تینوں روپا کے آفس میں چلے گئے اور دروازہ بند ہو گیا۔

دروازہ بند ہوتے ہی ہال میں چہ میگوئیاں پھیل گئیں۔

لوگ دوبارہ میزوں پر بیٹھ گئے بیروں نے جلدی سے مرے ہوئے اور زخمی لوگوں کو اٹھوا کر ہال کے نیچے تہہ خانوں میں پہنچا دیا۔ ہال کی صفائی کر دی گئی۔ فرنیچر تبدیل کر دیا گیا اور اب ایسے معلوم ہوتا تھا۔ جیسے وہاں کوئی ہنگامہ ہی نہ ہوا ہو۔

ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا موضوع یہ تینوں اجنبی غنڈے تھے لوگ باری باری ان تینوں کے کارنامے بیان کر رہے تھے۔ ہر شخص ان تینوں کی سفاکی بہادری سے متاثر تھا کیپٹن شکیل سے اس لئے کہ اس نے نہ صرف ایک ہاتھ سے ویٹر کی گردن توڑ دی تھی جوزف سے اس لئے کہ اس نے بوبی جیسے دیو ہیکل غنڈے کو کھلونے کی طرح اٹھا کر دیوار سے دے مارا تھا۔ اور عمران کو تو وہ سب مافوق الفطرت انسان سمجھ رہے تھے

ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں اور ادھر دروازے کے اندر ایک لمبی سی میز کے گرد یہ تینوں بیٹھے تھے ان کے سامنے روپا بیٹھا ہوا تھا۔ اور ان

تینوں کو تجسس آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

میں تم تینوں کی بہادری سے بے پناہ متاثر ہوا ہوں۔

روپا کا لہجہ خالص دوستانہ تھا۔

ہوں۔

کیپٹن شکیل نے بے پرواہی سے جواب دیا۔

عمران اور جوزف چپ چاپ بیٹھے تھے۔

آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں۔

روپا نے کیپٹن شکیل سے پوچھا۔

جام نگر سے۔

کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

آپ کا مقصد۔

روپا نے پوچھا۔

تم پوچھنے والے کون ہوتے ہو؟

کیپٹن شکیل کا لہجہ انتہائی خونخوار تھا۔

ناراض کیوں ہوتے ہو دوست میں نے تو صرف اس لئے پوچھا تھا کہ شائد میں تمہاری مدد کر سکوں۔

روپا کا لہجہ اب بھی دوستانہ تھا وہ شائد ان کی بہادری سے بے حد

متاثر معلوم ہوتا تھا ورنہ روپا جیسا غنڈہ اور کسی سے دب کر بات کرے اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

میں بتاؤں آلوؤں کی بھجیا کی ترکیب معلوم کرنی تھی۔

عمران نے ٹوپی سر سے اتار کر میز پہ رکھتے ہوئے کہا۔

اور روپا ہنس پڑا

اور پھر عمران سے مخاطب ہو کر بولا۔

نوجوان تم واقعی ملائیگر ہو آج تک میرے نشانہ سے کوئی نہیں بچ سکا تھا لیکن تم نے جس پھرتی اور چستی کا مظاہرہ کیا ہے اس کے متعلق میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

چلو اچھا ہے اب تو تصور باسانی کر سکتے ہو۔

عمران نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

بکواس مت کرو ٹائیگر۔

کیپٹن شکیل نے عمران کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

اور عمران نے روپا کو آنکھ مار کر سر جھکا لیا لیکن جوزف کے چہرے پہ ناگواری کے اثرات صاف نمایاں تھے اسے کیپٹن شکیل کا اس انداز میں ڈانٹنا بہت برا لگا تھا لیکن چونکہ آرڈر خود عمران کے تھے اس لئے خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا ورنہ وہ کیپٹن شکیل کے مقابلے میں آنے سے گریز نہ کرتا

دیکھو روپا ہم جام نگر سے یہاں اس لئے آئے ہیں کہ اب جام نگر اونچے درجے کے غنڈوں کے لئے چھوٹا ہو گیا ہے وہاں اب معمولی معمولی کام ملتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ اونچا کام ہو۔ تمہاری شہرت سنی تھی سوچا چلو جا کر مل آئیں لیکن تمہارے غنڈوں کی بے وقوفی سے تمہارے ساتھ ملاقات ان حالات میں ہو رہی ہے

کیپٹن شکیل نے اپنی آمد کی وجوہات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

میرے غنڈوں نے جو کچھ کیا اچھا کیا ورنہ میں تم میں چھپے ہوئے بہادری کے جوہر کہاں دیکھ سکتا تھا نیز تم لوگ کس قسم کا کام کر سکتے ہو۔ قتل، ڈاکہ چوری۔

روپا نے لغور کیپٹن شکیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

یہ سنتے ہی کیپٹن شکیل کی آنکھوں میں خون اتر آیا اس نے میز پہ زور سے مکا مارتے ہوئے کہا۔

روپا تم نے میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے اس لئے میں خاموش ہو گیا ورنہ میری توہین کرنے والے اس دنیا میں دوسرا سانس نہیں لے سکتے یہ میرا ریکارڈ ہے تم کیا سمجھتے ہو ہم معمولی غنڈوں میں سے ہیں جو قتل ڈاکہ چوری ہی کر سکتے ہیں۔

تو پھر، روپا کے چہرے پر الجھن آمیز تاثرات تھے۔

ہمیں کوئی اچھی سی پارٹی ملوادو غیر ملکی ہو تو زیادہ بہتر ہے کیوں کہ وہ معاوضہ معقول دیتے ہیں رقم ایڈوانس لیں گے پھر دیکھو ہم حکومت کا تختہ الٹنے کی ہمت رکھتے ہیں۔

ہوں۔

ردپا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

لیکن فی الحال تو میری نظر میں ایسی کوئی پارٹی نہیں۔

ہوسکتا ہے عنقریب مجھے کوئی ایسا کام مل جائے اس وقت تک البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ آپ لوگ ہمارے بار میں رہیں جیسے ہی کوئی کام ملا میں تمہاری بات چیت کرادوں گا۔

ردپا یہ سن لو کہ آئندہ ایسی بات ہمیں ہرگز نہ کہنا ہم کسی کے دست نگر ہوکر نہیں رہ سکتے اگر تمہارے پاس کام نہیں ہے تو ہم دارلحکومت چلے جاتے ہیں وہیں کام بھی ڈھونڈھ لیں گے۔

ناراض کیوں ہوتے ہو میرے دوست میرا مقصد تمہاری توہین نہیں تھی۔ بلکہ میں نے تو ایک خاص دوستانہ پیش کش کی تھی۔ ویسے کام تو میرے پاس ہے لیکن سچی بات یہ ہے کہ وہ کام بہت اونچا ہے یہ ٹھیک ہے کہ میں نے آپ لوگوں کی بہادری دیکھ لی ہے لیکن اس کی کیا ضمانت ہے کہ ایک تو آپ مجھ سے غداری نہیں کریں گے دوسرا آپ لوگ وہ

کام نپٹا لیں گے۔

دیکھو ردپا جہاں تک غداری کا تعلق ہے تم اس کا تصور بھی ذہن میں نہ لاؤ جس سے ایک دفعہ وعدہ کرلیا اسے ہم مرنے کے بعد بھی نبھائیں گے باقی رہ گیا کام نپٹانا تو ہمارا امتحان لے سکتے ہو لیکن اس امتحان کا بھی تمہیں معاوضہ دینا پڑے گا۔

اوکے۔ پھر آپ لوگ ایک چھوٹے سے امتحان کے لئے تیار ہیں۔

بالکل تم جس وقت چاہو امتحان لے سکتے ہو۔

چلو یہ کام ابھی ہوجائے تو زیادہ بہتر ہے۔

ردپا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اور وہ تینوں بھی اس کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر ردپا کے پیچھے وہ کمرے سے باہر نکل آئے۔

سپرنٹنڈنٹ فیاض بڑی پھرتی سے جھک
گیا ورنہ آج اس کا نام بھی شہیدوں
کی لسٹ میں لکھا جا چکا ہوتا فائر
ضرور سائیلنسر لگی رائفل سے کیا گیا تھا
اس لئے ایک ہلکی سی زوں کے علاوہ
اور کوئی آواز سنائی نہ دی یہ بھی
ایک اتفاق تھا کہ ہوٹل سے باہر نکلتے
ہی سپرنٹنڈنٹ فیاض کی نظر اچانک
سخا والی بلڈنگ کی طرف اٹھ گئی اور پھر

اسے رائفل نظر آ گئی، اس سے پہلے کہ دوسرا فائر ہوتا سپرنٹنڈنٹ فیاض
لپک کر ایک کھمبے کی آڑ میں ہو گیا۔ لیکن دوسرا فائر نہ ہوا اور رائفل
بھی غائب ہو گئی، غصے سے سپرنٹنڈنٹ فیاض کا برا حال تھا۔ اس کا
بس نہ چلتا تھا ورنہ اس کی خواہش تھی کہ وہ یہیں سے ہاتھ
بڑھا کر مجرم کو گردن سے پکڑ لے چند لمحے وہ انتظار کرتا رہا پھر بھاگتا
ہوا اپنی کار کے نزدیک پہنچا اور چند لمحے بعد اس کی کار تیزی سے کمپاؤنڈ
سے باہر نکل آئی۔ سخا والی بلڈنگ کا مین گیٹ ہوٹل کے بالکل سامنے
تھا اس نے ایک لمحہ کے لئے سوچا اور کار کا رخ عمارت کی سائڈ میں
جانے والی سڑک کی طرف کر دیا ایک منٹ بعد وہ عمارت کی پچھلی سائڈ
میں آ گیا۔ یہاں بھی ایک چھوٹا سا دروازہ تھا اس نے ذہانت سے کام لیا
تھا اس کا خیال تھا کہ مجرم مین گیٹ سے نکلنے کی بجائے پچھلے دروازے
کو ترجیح دے گا اور یہی ہوا فیاض کی کار جیسے ہی وہاں پہنچی ایک لمبا
تڑنگا شخص اوور کوٹ پہنے دروازے سے باہر نکلتا نظر آیا۔ اس کی حرکت
سے بے چینی نمایاں تھی۔

فیاض فوراً سمجھ گیا کہ اس کا ملزم یہی ہے اس کو خیال آیا کہ نیچے اتر کر
فوراً اس کی پٹائی شروع کر دے لیکن آج کل اس کا دماغ ذرا تیز جا رہا
تھا اس نے پہلا خیال ترک کر کے اس کے تعاقب کی ٹھانی اس لئے

وہ کار میں بیٹھا اس کو دیکھتا رہا وہ شخص تیز تیز قدم اٹھاتا سڑک پار کر گیا اور پھر اس نے سائڈ میں لگی ہوئی ایک لمبی چوڑی کار کا دروازہ کھولا اور کار تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ فیاض کی کار بھی پیچھے تھی۔ آگے جانے والی کار مختلف سڑکوں سے ہوتی ہوئی دارالحکومت کے مشہور ترین ہوٹل خیام کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوگئی۔ فیاض بھی اپنی کار کمپاؤنڈ میں لیتا چلا گیا جب اس نے کار پارکنگ شیڈ میں روکی تو وہ شخص کار سے اتر کر ہال میں داخل ہو چکا تھا۔

فیاض نے جلدی سے کار لاک کی اور پھر وہ بھی ہوٹل میں داخل ہو گیا اس نے ایک نظر ہال میں ڈالی سامنے ایک کرسی پر اس کا مطلوبہ آدمی بڑے اطمینان سے پائپ پی رہا تھا اس کا اطمینان دیکھ کر فیاض کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

دیکھو کس آرام سے بیٹھا پائپ پی رہا ہے اگر مجھے گولی لگ جاتی تو یہ اور بھی اطمینان سے پائپ پیتا۔ اس آدمی کے اطمینان نے جلتی پہ تیل کا کام کیا۔ اب غصہ فیاض کی برداشت سے باہر ہو گیا اس نے تمام مصلحتیں بالائے طاق رکھ دیں اب وہ براہِ راست اس سے نپٹنا چاہتا تھا اس لئے وہ تیر کی طرح اس آدمی کی طرف بڑھا اس کے پاس آ کر وہ رک گیا اس آدمی کے چہرے پر فیاض کو دیکھ کر ناگوار سی شکنیں نمودار

ہوئیں۔ لیکن فیاض نے اسے بات کرنے کا بھی موقع نہ دیا۔ اس نے اپنی جیب سے سروس ریوالور نکال کر اس کا رخ اس آدمی کی طرف کر دیا۔

چلو میرے ساتھ۔

فیاض نے کڑکتی ہوئی آواز میں کہا۔

ریوالور دیکھ کر اس آدمی نے تعجب سے آنکھیں جھپکائیں پھر حیرت سے بولا۔

کون ہو تم؟

تمہاری موت۔

سوپر فیاض نے اسی لہجے میں جواب دیا۔

کیا مطلب۔

مطلب کے بچے ابھی مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔ اب مطلب پوچھ رہے ہو۔

فیاض کا غصہ پورے عروج پر تھا۔

ریوالور دیکھ کر ہال میں افراتفری مچ گئی تھی۔

کیا تم پاگل ہو!

اس آدمی کو بھی اب غصہ آ گیا تھا۔

ویسے تو شکل وصورت سے کافی معزز معلوم ہو رہا تھا۔

میں کہتا ہوں سیدھی طرح میرے ساتھ چلو ورنہ میں گولی مار دوں گا

اتنے میں منیجر بھاگتا ہوا فیاض کے پاس پہنچ گیا ورنہ فیاض سے اچھی طرح واقف تھا۔

آخر تم ہو کیا بلا۔

اب وہ شخص کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

اور فیاض نے اپنا تعارفی کارڈ نکال کر میز پر پھینک دیا۔

اس نے ایک لمحے کے لئے کارڈ کو دیکھا اس کی نظروں میں تعجب کے آثار اور بھی زیادہ نمایاں ہو گئے۔

لیکن محکمہ خفیہ کو میری کیا ضرورت پڑ گئی۔

اس نے بدستور تعجب سے پوچھا۔

منیجر بھی حیرت سے کھڑا ان کی گفتگو سن رہا تھا۔

تم نے مجھ پر گولی کیوں چلائی تھی۔

سوپر فیاض نے وضاحت کی۔

تم بھنگ تو نہیں پی گئے مجھے کیا ضرورت تھی تم پر گولی چلانے کی اور اگر تم انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم شریف شہریوں کو پریشان کرتے پھرو۔

اس نے انتہائی غصے سے کہا۔

یہ سب کچھ میں اپنے دفتر میں چل کر بتاؤں گا۔

تم جانتے ہو میں کون ہوں؟

اس نے غصے سے کہا۔

تم صوبے کے گورنر لگے ہوتے ہو۔ فیاض نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔

تمہاری شامت آئی ہے۔

اس نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا۔

پھر اس نے منیجر کو ٹیلیفون سیٹ میز پہ لانے کو کہا۔

اس ہوٹل میں یہ انتظام تھا کہ گاہکوں کو میز سے اٹھ کر کاؤنٹر پہ ٹیلیفون کرنے کے لئے نہ جانا پڑتا بلکہ ٹیلیفون وہیں میز پہ پہنچا دیا جاتا تھا۔ منیجر کے اشارے پر ایک بیرہ پھرتی سے ٹیلیفون میز پہ لے آیا۔ اس نے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

یہ تم کسے فون کر رہے ہو؟ فیاض نے بدستور اسی لہجے میں کہا

سر رحمان کو۔

اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

اور فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے بم پھٹ پڑا ہو۔ تو کیا یہ ملزم نہیں

مجھ سے غلطی ہوئی اور پھر یہ سر رحمان کا واقف ہے تو اس کی صحیح معنوں
میں شامت آگئی۔

اتنے میں اس نے بات کرنی شروع کر دی۔

ہیلو سر رحمان میں رانا بول رہا ہوں۔

جی ہاں۔

اور پھر اس نے ہوٹل میں پیش آنے والا سارا واقعہ فون پر بتا دیا۔
چند لمحے وہ ریسیور کانوں سے لگائے سنتا رہا اور پھر ریسیور فیاض کی
طرف بڑھا دیا۔

فیاض نے مردہ ہاتھوں سے ریسیور لے کر کانوں سے لگا لیا۔

جی میں فیاض بول رہا ہوں اس نے کہا۔

فیاض کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے تم نے میرے ہوٹل میں
سر مختار رانا پر ریوالور کیوں نکال لیا۔ جانتے ہو وہ کون ہے
قومی اسمبلی کا ممبر اور صدر مملکت کا خاص الخاص دوست۔

سر رحمان کی غصے سے بھری ہوئی آواز آئی۔

اور پھر فیاض کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا اس سے بات کرنی
مشکل ہو گئی تھی۔ جو صورتحال پیدا ہو گئی تھی اس نے واقعی اسے
پاگل کر دیا تھا۔

سر سر ہوٹل ڈی لکس کے سامنے والی بلڈنگ سے انہوں نے مجھ پر
رائفل سے گولی چلائی تھی۔

اس نے بڑی مشکل سے صورت واضح کی۔

نان سنس۔

تم مجرم کو پکڑنے کی بجائے سر رانا کے پیچھے پڑ گئے۔
فوراً ان سے معافی مانگو۔ اور میرے پاس پہنچو۔ اور سلسلہ منقطع
ہو گیا۔

فیاض نے جھٹکے سے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور مرے
مرے لہجے میں سر رانا سے کہا۔

میں معافی چاہتا ہوں جناب مجھے غلط فہمی ہو گئی تھی۔

آئندہ آدمی دیکھ کر ہاتھ ڈالا کرو مسٹر سپرنٹنڈنٹ۔

سر رانا نے انتہائی تلخی سے کہا۔

اور فیاض کا جی چاہا کہ یا تو خودکشی کر لے یا زمین
پھٹے اور وہ زمین میں سما جائے۔

اس کی بر سر عام اتنی زبردست بے عزتی آج تک نہیں
ہوئی تھی وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ہوٹل سے باہر نکل آیا اسے
محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے ہال میں بیٹھے ہوئے تمام لوگ اس

پر قہقہے لگا رہے ہیں۔

ہوٹل سے باہر آکر اس نے کار سٹارٹ کی اسے ایک دفعہ خیال آیا، کہ اس بلڈنگ کی تلاشی لیتا جائے لیکن اس نے سوچا اب وہاں کیا رکھا ہوگا اور وہ غصے سے آنکھیں سرخ کئے اندھا دھند کار چلاتا سر رحمان کی طرف چل پڑا۔

عمران صاحب کو اب تک آجانا چاہئیے تھا۔

ہاں صفدر! انہیں گئے کافی دیر ہو چکی ہے اب تو دس بج رہے ہیں رانی نے اپنی رسٹ واچ پر دیکھ کر پرتشویش لہجے میں کہا۔

خدا خیر کرے۔ صفدر پلنگ پر دراز دارثی کی طرف دیکھ کر بڑبڑایا دارثی شاید ابھی تک مارفیا کے انجکشن کے زیر اثر سو رہا تھا۔

وہ تینوں اس وقت ایک ہی کمرے میں موجود تھے دارثی تو حالات سے بے خبر ایک عرصے کے بعد اطمینان اور چین کی نیند سو رہا تھا۔ مگر صفدر اور شاہدہ کی آنکھوں سے پریشانی مترشح تھی وہ دونوں عمران کی طرف سے متفکر تھے۔

صبح کے پانچ بج رہے تھے جب وہ ڈاکٹر اسے بے ہوش اس کی کوٹھی سے واپس ہوئے تھے ڈاکٹر کا بے ہوش جسم بھی ان کے ساتھ ہی تھا واپس پہنچ کر عمران ایک مرتبہ پھر میک اپ کر کے کہیں چل دیا تھا جاتے ہوئے وہ ظفر کو کافی دیر تک سرگوشیوں میں کچھ سمجھاتا رہا تھا۔

صفدر نے عمران سے پوچھا بھی تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے مگر اس نے اوٹ پٹانگ ہانکنی شروع کر دی تھی۔ جس کے بعد پھر اسے کچھ پوچھنے کی ہمت ہی نہ ہوئی۔ تاہم ظفر نے انہیں تمام باتوں سے آگاہ کر دیا تھا پھر کچھ دیر بعد وہ بھی انہیں ڈاکٹر کی کڑی نگرانی کی ہدایت کر کے وہاں سے چل دیا تھا جسے انہوں نے ایک دوسرے کمرے میں بند کر دیا تھا۔

انہیں گئے تقریباً پانچ گھنٹے گزر چکے تھے ظفر کی تو فوراً لوٹنے کی امید ہی نہ تھی کیوں کہ عمران نے اسے جس مقصد کے لئے بھیجا تھا وہ چند گھنٹوں کا کام نہ تھا مگر ظفر کے مطابق عمران کو جلد ہی واپس لوٹ آنا تھا۔ لیکن ابھی تک اس کی آمد کے کوئی آثار نہ تھے صفدر اور رانی کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی ان کے دل میں طرح طرح کے وہم اور وسوسے پیدا ہو رہے تھے۔

اچانک وہ دونوں چونک پڑے ان کے چونکنے کی وجہ دارثی ہی تھا۔ جس نے کسمسا کر آنکھیں کھول دی تھیں شاید وہ اپنی نیند پوری کر چکا تھا کیوں کہ وہ کافی تازہ دم اور ہشاش بشاش دکھائی دے رہا تھا آنکھوں سے سکون اور تازگی مترشح تھی۔

اب کیسی طبیعت ہے وارثی بھیا۔ رانی کے لہجے میں ایک بہن ہی کی سی محبت اور حلاوت تھی۔

اب تو کافی تازگی محسوس کر رہا ہوں بھابی دارثی نے تکیئے سے ٹیک لگاتے ہوئے جمائی لی۔ کہیے صفدر صاحب آپ اب کیسے ہیں۔؟

اچھا ہوں دوست! دونوں بازوؤں میں زخموں کی ذرا تکلیف ہے صفدر نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

ظفر جیسے پیارے بھائی اور رانی جیسی محبت کرنے والی بھابی کے ہوتے ہوئے کوئی زخم زیادہ دنوں تک زخم نہیں رہ سکتا دارثی نے پیار بھرے انداز سے رانی کی طرف دیکھتے ہوئے خوشدلی کا مظاہرہ کیا اور اس نے شرما کر نگاہیں جھکا لیں۔

اس میں کیا شک ہے۔ صفدر مسکرایا۔

ارے ہاں! یہ دوسرے لوگ دکھائی نہیں دے رہے دارثی نے

ادہر ادہر دیکھ کر پوچھا صفدر نے اسے تمام صورتحال سمجھانی شروع کر دی اور رانی اٹھ کر چائے تیار کرنے لگی۔

اوہ تو گویا عمران صاحب اور آپ کرنل چندر گپتا ہی کے پیچھے یہاں آئے ہیں وارثی نے کہا۔

اس سے پہلے کہ صفدر کوئی جواب دیتا دروازہ کھلا اور وہ چونک کر ادھر ادھر متوجہ ہو گئے دروازے کے عین وسط میں عمران کھڑا تھا چندھیائی ہوئی نگاہوں سے فرداً فرداً تینوں کو دیکھ رہا تھا۔

آئیے.... آئیے عالی جاہ! درباری حضور کے منتظر ہیں صفدر اسے دیکھ کر کھل اٹھا۔ وہ کرسی سے اٹھ کر کسی زرخیز غلام ہی کی طرح کورنش بجا لایا عمران بھی کسی نواب ہی کے انداز میں اکڑتا، پر وقار انداز میں چلتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا۔

ہمارے جاں نثار غلام کیا چاہتے ہیں؟ اس نے آواز کو بھاری بنا کر کسی ریاستی نواب ہی کی طرح غیبی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

سرکار جان کی امان پاؤں تو کچھ پوچھوں! صفدر نے گردن کو خم دیا رانی اور وارثی بھی اس ناٹک سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

امان دی گئی.... پوچھو؟ عمران نے بے نیازی سے کہا۔

سرکار اتنی دیر کہاں رہے۔

اے نادان اور کم عقل انسان! تو نے پوچھ ہی لیا ہے تو سن.......

آج ہم نے راج پاٹ چھوڑ کر ریاست کی سیر کی ٹھان لی تھی سو صبح سے سڑکوں پر آلو گوشت کرتے پھر رہے ہیں.... اوپ.... میرا مطلب ہے بھیجا گوشت.... ار.... ار.... نہیں.... یعنی مٹر گوشت.... یہ بھی نہیں.... دھت

تیرے کی کم بخت سلیمان! عمران نے اس انداز میں ماتھے پر ہاتھ مارا جیسے کوئی لفظ ذہن سے تو موجود ہو مگر زبان پر نہ آ رہا ہو۔ صفدر، وارثی اور رانی تو ہنستے ہنستے بے حال ہو رہے تھے۔

مٹر گشت۔ رانی نے لقمہ دیا۔

ہاں ہاں۔ تو ہم مٹر گوشت پکا رہے تھے۔ ار.... نہیں.... یعنی کہ مٹر گشت کر رہے تھے۔

عمران صاحب آپ کی یادداشت کافی خراب ہو چکی ہے وارثی نے ہنستے ہوئے پہلی مرتبہ اسے مخاطب کیا۔

ارے ہا ہیں! مسٹر پارسی تم بھی موجود ہو؟ عمران نے ایسے کہا جیسے پہلی مرتبہ اسے مخاطب کیا ہو۔ رانی اور صفدر وارثی کا حلیہ بگڑتے دیکھ کر قہقہے لگانے لگے معاف کیجئے گا عمران صاحب! خادم کو پارسی نہیں وارثی کہتے ہیں

اوہ! عمران نے گدی پر ہاتھ مارا یہ مرض بھی جان نہیں چھوڑے گا بقول کنفیوشش مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

غلط بالکل غلط یہ تو غالب کا شعر ہے رانی مسکرائی۔

تو پھر کنفیوشش نے اس پر ریسرچ کی ہو گی عمران ایک صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ تم یہ بتاؤ وارثی کہ اب کیسے ہو؟

کمزوری محسوس ہوتی ہے۔

اور مسٹر صفدر آپ کے زخم کیسے ہیں؟

بینڈیج کر رکھی ہے ورنہ کھول کر دیکھ لیتا صفدر مسکراتا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا رانی چائے بنا کر انہیں سرد کرنے لگی۔

ارے عمران بھائی! یہ آپ کے چہرے پر کیا ہوا رانی نے چائے سرد کرتے

ہوئے اس کے بگڑے ہوئے چوکھٹے کو دیکھ کر حیرانی سے پوچھا صفدر اور وارثی کو بھی پہلی مرتبہ یہ احساس ہوا کہ اس کے چہرے پر دو تین جگہ ورم ہے۔ جو کچھ ہوا ہے عمران نے آستین الٹ کر بازو کی ایک خراش دکھائی۔

یہاں کیا ہوا ہے؟

جو کچھ ہوا ہے! عمران نے کمر سے قمیص اٹھا کر ایک اور خراش دکھائی اور یہاں کیا ہوا ہے رانی سکرائی۔

جو کچھ نہیں ہونا چاہیے تھا۔

کیا نہیں ہونا چاہئے تھا۔ جو کچھ ہوا ہے عمران نے بڑے اطمینان سے جواب دیا اور تینوں نے زوردار قہقہہ لگایا۔ اچھا بھئی اب مذاق چھوڑیئے عمران صاحب۔ صفدر نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ آپ یہ بتایئے کہ کس طرح وہ سفیر کی کوٹھی سے نکلا پھر ملٹری سے ٹکراؤ ہو گیا۔ وہاں سے بچ کر بھاگا تو ایک پرانا دوست سمول مل گیا جس نے اسے ملٹری کے ہاتھوں سے بچایا۔ تو اس کا مطلب ہے کہ اس سازش کے اقدام کا علم ہو گیا۔ اس کے خاموش ہونے پر صفدر نے کہا۔ وہ تو ظاہر ہونا ہی تھا عمران نے جواب دیا۔ حکومت کے گماشتوں کی تو جان سوا ہو رہی ہو گی رانی نے خیال ظاہر کیا۔ واقعی ایک افراتفری سی مچ رہی ہو گی وارثی کا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ اس سچویشن کا تصور کر کے لطف اندوز ہو رہا ہو۔ اور یہ افراتفری اور ہلچل ہماری کامیابی کے لئے سودمند ہے پیارے عمران نے وارثی سے کہا۔ وہ کس طرح؟

عمران اسے سمجھانے لگا کہ کس طرح وہ اس افراتفری اور بے چینی سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ واللہ کیا شیطانی چال ہے وارثی نے داد آمیز لہجے میں کہا۔ شیطانی نہیں بھیا عمرانی چال کہو یہ اس کھوپڑی کی پیداوار ہے۔ رانی نے مسکراتے ہوئے عمران کے سر کی طرف اشارہ کیا صفدر اور وارثی بھی مسکرا پڑے اور عمران نے اس تعریف

پر باچھیں پھیلا دیں۔ اچھا عمران صاحب ایک بات بتایئے یکدم صفدر بولا جب ہم میلون میں داخل ہوئے تھے اور ٹیکسی سے اتر کر گرد تھے گارڈن کی طرف جا رہے تھے تو آپ اس کار والے کے پرس سے ایک سیاہ کارڈ نکال کر دیکھ رہے تھے اور پھر اسے دیکھ کر چونک بھی پڑے تھے آخر اس کی کیا اہمیت تھی؟

میاں صفدر۔ مجھے یقین تھا کہ جیسے ہی فرصت ملی تم یہ سوال ضرور کرو گے عمران نے ہنس کر تحسین آمیز لہجے میں کہا [illegible] تھا تو میں حیرت زدہ رہ گیا کہ آخر انہیں ہماری بابت کیسے علم ہوا جبکہ ہم نے ایسی کوئی حرکت نہ کی تھی جس سے وہ باخبر ہو جاتے ٹیکسی کا کرایہ ادا کرنے کے لئے جب میں نے کار والے شخص کے پرس سے رقم نکالی تو اس میں سے وہ کارڈ نکلا جسے دیکھ کر میں چونک پڑا تھا اوہ دراصل یہاں کی سیکرٹ سروس کا شناختی کارڈ تھا جس پر سیکرٹ سروس کا خفیہ مونوگرام بنا ہوا تھا۔

اوہ تو گویا وہ شخص۔ صفدر نے [illegible] عمران نے اس کی بات کاٹ دی ہاں وہ شخص جسے ہم نے غلطی میں دھر لیا تھا سیکرٹ سروس ہی کا کوئی رکن تھا یقیناً اس کی کار میں ٹرانسمیٹر بھی لگا ہو گا جسے شاید اس نے خطرے کو بھانپ کر آن کر دیا ہو گا۔ اور ہماری گفتگو دوسری طرف سن لی گئی اور یوں میں نے اندازہ لگایا کہ ملٹری ہمیں گھیرنے کے لئے اچانک وہاں کیسے پہنچ گئی۔

اب سمجھا صفدر نے سر ہلا دیا رانی اور وارثی دلچسپی سے ان کی گفتگو سن رہے تھے۔ اچانک عمران کو اپنے بائیں ہاتھ کی کلائی پر رسٹ واچ کے نیچے ہلکی سی حرارت محسوس ہوئی۔ عمران وہاں سے اٹھ گیا۔

ارے آپ کہاں چل دیئے وارثی نے اسے اٹھتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

مم... میں... ذرا لیٹرین.... عمران پیٹ کو دبا کر باتھ روم کی طرف چل پڑا۔ باتھ روم کا دروازہ اندر سے بند کر کے اس نے رسٹ واچ کی چابی باہر کھینچ لی۔

اور دونوں سوئیوں کو بارہ کے ہندسے پر سیٹ کر دیا گھڑی پر تین کا ہندسہ جگمگانے لگا۔

یس عمران سپیکنگ۔ اوور وہ رسٹ واچ منہ کے قریب لے جا کر بولا۔

ظفرس اینڈ۔ اوور۔ دوسری جانب ظفر تھا عمران نے اس کی آواز پہچان لی تھی

کہو ظفر کامیابی ہو؟ اوور۔ یس سر عمران صاحب اس کی آواز میں دبا دبا جوش تھا

وری گڈ۔ اور کوئی نئی بات؟ اوور۔ ہاں ایک نئی خبر ہے۔ اوور۔

کہے جاؤ میں سن رہا ہوں اوور۔ عمران کو تمہید سے شدید الجھن تھی چندر گپتا نے آج رات ایک ایمرجنسی میٹنگ کال کی ہے صدر مملکت، وزیر داخلہ، وزیر خزانہ اور چندر گپتا کے علاوہ اور دونوں شعبوں کے فرسٹ سیکرٹری بھی شریک ہو رہے ہیں۔ اوور۔

بہت خوب۔ عمران نے داد دی۔ تمہیں کیسے علم ہوا؟ اوور۔

فرسٹ سیکرٹری چندر گپتا سے فون پر باتیں کر رہا تھا میں سننے میں کامیاب ہو گیا اوور

تو پھر اپریشن آج ہی رات ہو گا تمام باتوں کا تمہیں علم ہے نا؟

جی ہاں...... اوور۔

عمران اسے آپریشن سے متعلق تمام کوائف ایک بار پھر سمجھانے لگا۔

آل رائٹ عمران صاحب۔ اوور۔

خدا حافظ.... اوور اینڈ آل۔ عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر اس نے وقت ٹھیک کر کے چابی کو اندر دبا دیا۔ اور بیسن پر ہاتھ گیلے کر کے باہر نکل گیا۔

آئی ڈیر وارثی نے اسے باتھ روم سے نکلتے دیکھ کر پوچھا۔

کیا بتاؤں یار وارثی۔ اس کم بخت سمپل نے کھانے میں نہ جانے کیا ملا رکھا تھا بار بار حاجت ہونے لگی ہے عمران نے رومال سے ہاتھ خشک کرتے ہوئے بڑے معصومانہ انداز میں کہا۔

لاحول ولا....... ! صفدر نے برا سا منہ بنایا۔

اور عمران.... وہ تو کسی چھلاوے ہی کی طرح باپ رے باپ کا نعرہ لگاتا ہوا کمرے سے نکل بھاگا تھا جیسے صفدر نے لاحول شیطان کے لئے نہیں بلکہ عمران کو بھگانے کے لئے پڑھی ہو۔

تینوں نے حیرانی سے دروازے کی طرف دیکھا پھر شاید وہ عمران کی شرارت کو جان گئے کیونکہ تینوں نے بیک وقت نعرہ لگایا تھا۔

عمران وہاں سے نکل کر سیدھا اپنے کمرے میں پہنچا تھا۔ دراصل وہ تنہائی میں بیٹھ کر کچھ سوچنا چاہتا تھا۔ وہ ٹانگیں پسار کر صوفے پر جم گیا۔

اب اگر کوئی اسے دیکھ لیتا تو یقیناً اس پر سنجیدگی کے معنی پوری طرح واضح ہو جاتے۔

وہ آنکھیں بند کئے کچھ سوچ رہا تھا۔

اس کا ذہن بڑی تیزی سے آئندہ کے پروگرام کے بارے میں سکیم بنا رہا تھا اٹامک ریز کے فارمولے کی اصلی فائل تو وہ ڈاکٹر اے جے ہر داس سے حاصل کر چکا تھا مگر اسے شک تھا کہ کمیٹی کے دوسرے ارکان بھی ایک ایک۔ کاپی ضرور رکھتے ہوں گے اسے ان سے یہ کاپیاں بھی حاصل کرنا تھیں اور فائل ۴۔ G کا بھی ابھی کچھ پتہ چل نہیں رہا تھا۔ وہ سوچتا رہا........ !